Regd.# MC-1366

•جلد 11 /•شمارہ 12 /•جون/2022

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

# ماہنامہ فہمِ دین

سوشل میڈیا اور ہمارے رویے

شکرانے کے آنسو

# بندۂ مومن

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

مومن شجر

کچن اکیڈمی

tussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

9140005874

ماہنامہ

# فہمِ دین

کراچی

جون 2022



**فہمِ وفکر**

| | | |
|---|---|---|
| سوشل میڈیا کی کچرا کنڈی | مدیر کے قلم سے | 04 |

**اصلاحی سلسلہ**

| | | |
|---|---|---|
| فہمِ قرآن | شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم | 05 |
| فہمِ حدیث | مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ | 06 |
| آئینہ زندگی | حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ | 08 |

**مضامین**

| | | |
|---|---|---|
| حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ | حذیفہ رفیق | 10 |
| حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا | ندا اختر | 12 |
| مسائل پوچھیں اور سیکھیں | مفتی محمد توحید | 14 |
| پرہیز اور پرہیز گاری | حکیم شمیم احمد | 16 |
| کچن اکیڈمی | آسیہ عمران | 17 |
| انسانی رویہ | ام نسیبہ | 19 |

**خواتینِ اسلام**

| | | |
|---|---|---|
| شکرانے کے آنسو | قرات گلستان | 21 |
| مسیحا کی ناانصافی | عاتکہ سلیم | 23 |
| زندگی بے بندگی شرمندگی | عمارہ فہیم | 24 |
| ضمیر کی عدالت | بنت اسماعیل | 26 |
| کریلا شیرہ چڑھا | عشوارانا | 26 |
| ہم چلے اُس نگر | ام محمد سلمان | 27 |
| اب پچھتائے کیا ہوت!! | مہوش کرن | 29 |
| بلاعنوان | مہوش اسد شیخ | 30 |

**باغیچہ اطفال**

| | | |
|---|---|---|
| تم پر سلامتی ہو | جوہر عباد | 32 |
| خطرناک بیماری | ام عبد اللہ | 33 |
| اف یہ روم میٹ | ام مصطفی | 34 |
| اور دل بدل گیا | بنت مسعود | 35 |
| قرض حسنہ | سمیر اانور | 36 |
| تیندوا | فوزیہ خلیل | 37 |
| مومن شجر | حمیرا علیم | 38 |
| بچوں کے فن پارے | | 40 |
| انعامات ہی انعامات | | 41 |

**بزمِ ادب**

| | | |
|---|---|---|
| تہذیب نو | حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب | 42 |
| کام سے کام اپنے ان کو | الطاف حسین حالی | 43 |
| گلدستہ | محمد اطہر | 44 |

**اخبار السلام**

| | | |
|---|---|---|
| اخبار السلام | | 46 |



زیر سرپرستی
حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر: محمد خرم شہزاد
نائب مدیر: قاری عبد الرحمن
نظر ثانی: طارق محمود
تزئین و آرائش: فیضان الحق شمسی



آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی



زرِ تعاون

| | |
|---|---|
| فی شمارہ | 50 روپے |
| سالانہ برائے کراچی | 750 روپے |
| سالانہ اندرونِ ملک | |
| عام ڈاک | 750 روپے |
| رجسٹریشن پیکٹ | 1250 روپے |
| سالانہ بیرونِ ملک | 55 ڈالر |

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: واسا پرنٹر | مقامِ اشاعت: دفتر فہم دین



BAITUSSALAM PUBLICATIONS

Available on the App Store
GET IT ON Google Play

بیت السلام پبلیکیشن
کے تمام میگزین
ایک کلک کے فاصلے پر

ماہنامہ فہم دین (اردو)
سہ ماہی مجلۃ السلام (عربی)
سہ ماہی انٹیلکٹ (انگلش)
ماہانہ ریڈینس (انگریزی)
نیوز بلیٹن (اردو، انگریزی)

پلے اسٹور سے BAITUSSLAM
ایپ ڈاؤن لوڈ کیجیے اور ملاحظہ کیجیے

اس کے علاوہ اس ایپ میں آپ پائیں گے

- تلاوت کے لیے قرآن کریم کا نسخہ • نماز کے اوقات • قبلہ نما (دوران سفر سمت قبلہ جاننے کی سہولت)
- شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات
- حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ کے تمام بیانات اور خطبات • اصلاحی مواعظ کے کتابچے
- اندرون و بیرون ملک بیت السلام کی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی تفصیلات
- بیت السلام کی تعلیمی اور رفاہی خدمت میں شامل ہونے کی رہ نمائی
- اجتماعی قربانی میں حصہ لینے سمیت زکوۃ، صدقات اور عطیات کی رقوم آن لائن بھیجنے کی رہ نمائی

اور بھی بہت کچھ

BaitussalamWelfareTrust | baitussalamwelfaretrust | Baitussalam
baitussalam_org | 923162881088 | Baitussalam_Org

مدیر کی قلم سے

# سوشل میڈیا کی کچراکنڈی

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دَم نہیں ہوتا

کیا یہ ضروری ہے کہ جب حادثہ پیش آئے ، تبھی نوحہ لکھا جائے۔یہی سوچ کر امتِ مسلمہ کا درد اور پاکستان سے محبت رکھنے والے افراد ابھی سے تلملا اٹھے ہیں۔ پاکستانی سیاست نے پچھلے چند سالوں سے پوری قوم کو ایک ایسی ڈگر پر چلا دیا ہے، جس میں حدود کو پھلانگنا اور عزتوں کو پامال کرنا ایک معمول بن گیا ہے۔ سوشل میڈیا تو خیر کوئی پہلے بھی دودھوں دُھلا نہیں تھا، فحاشی اور بے حیائی یہیں سے مختلف ایپس کے ذریعے سے پروموٹ کی جا رہی تھی، مگر ابھی جو پگڑیاں اچھالنے ، نام بگاڑنے اور جھوٹ کو سچ بنانے کا ڈراؤنا کھیل رچایا جا رہا ہے، اس سے تو یہ سوچ کر جھرجھری آنے لگتی ہے کہ

لگے منہ بھی چڑھانے، دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی، خبر لیجے دَہن بگڑا

امتِ مسلمہ کا سنجیدہ طبقہ واقعی یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ ہم تو سمجھے تھے کہ سوشل میڈیا صرف قوم کو خوش گپیوں میں لگانے،ویڈیو گیم میں الجھانے اور ٹِک ٹاک جیسی فضول ایپس میں امتِ مسلمہ کی قیمتی صلاحیتوں اور زرخیز جوانیوں کو بہانے کا نام ہے،اور بس۔۔۔ کہیں تجارت کو، سیاست کو، معاشرت کو یا کسی قوم کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا جاتا تھا،زیادہ سے زیادہ کچھ قوموں پر لطیفے بنا لیے جاتے تھے، اگرچہ اہلِ علم اسے بھی پسند نہیں کرتے تھے، مگر اس میں بھی دشمنی کی بجائے مزاح غالب رہتا تھا، مگر اب تو اُف خدایا! معاملہ بس یہیں تک نہیں رہا،سوشل میڈیا سیاست کے میدان میں کچراکنڈی اور غلاظت کا ڈھیر بن گیا ہے، جس سے بدبو اور سرانڈ اٹھنے لگی ہے۔ سیاست پر قتل، دوستی ختم کرنا، رشتوں میں دراڑیں پڑنا، گالم گلوچ پر اُتر آنا، بڑوں کا احترام ختم ہوجاناحتی کہ اب صورتِ حال یہاں تک آ پہنچی کہ

الٰہی آبرو رکھنا بڑا نازک زمانہ ہے
دِلوں میں بغض رکھتے ہیں بہ ظاہر دوستانہ ہیں

قارئینِ گرامی! کیا ہوگیا ہمیں!!! پہلے صرف چند نادان لوگ ہی سوشل میڈیا پر راتیں بِتاتے تھے، اب تو پڑھے لکھے لوگوں کا اغوا ہوگیا! خبر کس ذریعے سے آئی، معلوم نہیں، ایڈیٹنگ کی جا رہی ہے تصاویر میں، سب کو معلوم ہے، فیک نیوز چلائی جا رہی ہیں، اِک جھوٹ کا پلندہ ہے اور بن دیکھے اسے حقیقت سمجھا جا رہا ہے، بلکہ اب تو صورتِ حال یہ ہے کہ سچ اور جھوٹ کو اور حق اور باطل کو بالکل گُڈ مُڈ کر دیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان حقیقت بن کر سامنے آگیا کہ "آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو بات سنے ( یا پڑھے)، بے تحقیق آگے بیان کر دے ۔ قارئینِ گرامی! یقین مانیے اگر اس ایک حدیث کو ہی ہم تھام لیں تو نہ جانے کتنے فتنوں سے ہماری حفاظت ہو جائے۔ ایک اہلِ علم کہنے لگے کہ آج ہمارے زمانے میں سوشل میڈیا کے دَجل، فریب، دھوکادہی اور جھوٹ کے بازار سے جب سچ بالکل گم ہوگیا ہے تواندازہ لگائیے کہ دجّال جب آئے گا اور سوشل میڈیا اسے مسیحا بنا کر پیش کرے گا تو پھر ان سادہ لوح مسلمانوں کا کیا بنے گا اور اسی سے یہ بات بھی سمجھ آنے لگی، جو اب تک سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر پہاڑوں جیسا ایمان رکھنے والے ، بلکہ سرچشمہ ہدایت انبیا کرام بھی دجّال کے فتنے سے پناہ کیوں مانگتے رہے اور اپنی اپنی امتوں کو اس سے کیوں ڈراتے رہے۔

قارئین گرامی! ایک رَٹ میں ہر بار لگاتا ہوں، اب پھر کہے دیتا ہوں کہ ہمیں سوشل میڈیا کی مصنوعی اور دھوکے والی زندگی سے باہر نکلنا چاہیے، حقیقی زندگی جینی چاہیے، رشتے داریوں، دوستیوں اور ملک و ملت کی قدر کرنی چاہیے اور سب سے بڑھ کر فتنوں کے اس زمانے میں صرف منبر و محراب اور مساجد اور مدارس کو ہی اپنی جائے پناہ اور علمائے کرام کو ہی اپنا مسیحا سمجھنا چاہیے۔ ان اشعار کے ساتھ اپنی بات سمیٹتا ہوں کہ

لوگ رکھتے ہیں دلوں میں آتشِ بغض و حسد
اور پھر کرتے ہیں شکوہ کہ جل رہا ہے تن بدن
ہم نہیں توڑیں گے اپنا اتفاق و اتحاد
کر چکے ہیں فیصلہ یہ اب سبھی اہل وطن
ان کی سازش ہے کہ بس نام وفا مٹتا رہے
میری کوشش ہے پھلے پھولے وفاؤں کا چلن

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد





النساء 145-154

# فہمِ قرآن

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا 145

ترجمہ:یقین جانو کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور ان کے لیے تم کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔ 145

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا 146

ترجمہ:البتہ جو لوگ توبہ کرلیں گے، اپنی اصلاح کر لیں گے، اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیں گے اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لیے بنالیں گے تو ایسے لوگ مؤمنوں کے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور اللہ مؤمنوں کو ضرور اجرِ عظیم عطا کرے گا۔ 146

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا 147

ترجمہ :اگر تم شکر گزار بنواور ( صحیح معنی میں) ایمان لے آؤ تو اللہ تمھیں عذاب دے کر آخر کیا کرے گا؟ اللہ بڑا قدردان ہے(اور) سب کے حالات کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔ 147

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا 148

ترجمہ: اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی کی برائی علانیہ زبان پر لائی جائے، الّا یہ کہ کسی پر ظلم ہوا ہو اور اللہ سب کچھ سنتا، ہر بات جانتا ہے۔ 148

تشریح نمبر1:یعنی کسی کی برائی بیان کرنا عام حالات میں جائز نہیں، البتہ اگر کسی پر ظلم ہوا ہو تو وہ اس ظلم کا تذکرہ لوگوں سے کر سکتا ہے، اس تذکرے میں ظالم کی جو برائی ہو گی وہ معاف ہے۔

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا 149

ترجمہ:اگر تم کوئی نیک کام علانیہ یا خفیہ طور پر کرو یا کسی برائی کو معاف کردو تو (بہتر ہے، کیوں کہ) اللہ بہت معاف کرنے والا ہے(اگرچہ سزا دینے پر)پوری قدرت رکھتا ہے۔ 149

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

تشریح نمبر2:اشارہ یہ کیا جا رہا ہے کہ اگرچہ مظلوم کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ ظالم کے ظلم کی حد تک اس کی برائی کرے، لیکن اگر کوئی شخص مظلوم ہونے کے باوجود خفیہ اور علانیہ ہر حالت میں زبان سے اچھی بات ہی نکالے اور اپنا حق معاف کر دے تو یہ اس کے لیے بڑے ثواب کا کام ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ سزا پر قدرت رکھنے کے باوجود کثرت سے لوگوں کو معاف کر دیتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا 150

ترجمہ:جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کچھ (رسولوں) پر تو ہم ایمان لاتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں اور(اس طرح) وہ چاہتے ہیں کہ (کفر اور ایمان کے درمیان) ایک بیچ کی راہ نکال لیں۔ 150

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا 151

ترجمہ:ایسے لوگ صحیح معنی میں کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذِلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔ 151

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا 152

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہ کریں تواللہ ایسے لوگوں کو ان کے اجر عطا کرے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ 152

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا 153

ترجمہ:(اے پیغمبر!) اہلِ کتاب تم سے (جو )مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کرواؤ تو(یہ کوئی نئی بات نہیں، کیوں کہ) یہ لوگ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا مطالبہ کر چکے ہیں، چناں چہ انھوں نے (موسیٰ سے) کہا تھا کہ ہمیں اللہ کھلی آنکھوں دکھاؤ، چناں چہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کو بجلی کے کڑکنے نے آ پکڑا تھا، پھر ان کے پاس جو کھلی کھلی نشانیاں آئیں، ان کے بعد بھی انھوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیاتھا۔ اس پر بھی ہم نے انھیں معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح اقتدار عطا کیا۔ 153

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا 154

ترجمہ:اور ہم نے کوہِ طور کو ان پر بلند کر کے ان سے عہد لیا تھا اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ (شہر کے) دروازے میں جھکے ہوئے سروں کے ساتھ داخل ہونا اور ان سے کہا تھا کہ تم سنیچر کے دن کے بارے میں حد سے نہ گزرنا اور ہم نے ان سے بہت پکا عہد لیا تھا۔ 154

# فہم حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ

## نرم مزاجی اور درشت روئی

رسول اللہ ﷺ نے اخلاق کے سلسلے میں جن باتوں پر خاص طور سے زور دیا ہے اور آپ کی اخلاقی تعلیم میں جن کو خاص اہمیت حاصل ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور درشتی اور سختی کا رویہ اختیار نہ کرے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ اللهَ تَعَالٰى رَفِيْقٌ يُّحِبُّ الرِّفْقَ وَ يُعْطِىْ عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِىْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِىْ عَلٰى مَا سِوَاهُ

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ خود مہربان ہے (نرمی اور مہربانی کرنا اس کی ذاتی صفت ہے) اور نرمی اور مہربانی کرنا اس کو محبوب بھی ہے (یعنی اس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے بھی آپس میں نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کریں) اور نرمی پر وہ اتنا دیتا ہے جتنا کہ درشتی اور سختی پر نہیں دیتا اور جتنا کہ نرمی کے ما سوا کسی چیز پر بھی نہیں دیتا۔

تشریح: بعض لوگ اپنے مزاج اور معاملہ اور برتاؤ میں سخت ہوتے ہیں اور بعض لوگ نرم اور مہربان اور نا آشنایانِ حقیقت سمجھتے ہیں کہ سخت گیری سے آدمی وہ حاصل کرلیتا ہے جو نرمی سے حاصل نہیں کر سکتا، گویا ایسے لوگوں کے خیال میں سخت گیری کاربراری کا وسیلہ اور مقاصد میں کام یابی کی کنجی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد میں اس غلط خیال کی بھی اصلاح فرمائی ہے۔

سب سے پہلے تو آپ ﷺ نے نرم خوئی کی عظمت اور رفعت یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے، اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ محبوب ہے کہ اس کے بندوں کا باہمی معاملہ اور برتاؤ بھی نرمی کا ہو، پھر آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مقاصد کا پورا ہونا نہ ہونا اور کسی چیز کا ملنا نہ ملنا تو اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت پر موقوف ہے، جو کچھ ہوتا ہے اسی کے فیصلے اور اسی کی مشیت سے ہوتا ہے اور اس کا قانون ہے کہ وہ نرمی پر اس قدر دیتا ہے، جس قدر سختی پر نہیں دیتا۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَوْصِنِيْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَاراً قَالَ لَا تَغْضَبْ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "غصہ مت کیا کرو" اس شخص نے پھر وہی درخواست کئی بار دہرائی کہ حضرت مجھے اور وصیت فرمایئے، مگر آپ ﷺ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ "غصہ مت کیا کرو۔"

تشریح: معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سے وصیت کی درخواست کرنے والے یہ صاحب کچھ غیر معمولی قسم کے تیز مزاج اور مغلوب الغضب تھے اور اس وجہ سے ان کے لیے مناسب ترین وصیت اور نصیحت یہی ہو سکتی ہے کہ "غصہ نہ کیا کرو" اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے بار بار ان کو یہی ایک نصیحت فرمائی۔

بری عادتوں میں غصہ نہایت ہی خطرناک اور بہت ہی بدانجام عادت ہے۔ غصہ کی حالت میں آدمی کو نہ اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رہتا ہے، نہ اپنے نفع و نقصان کا، تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ انسان پر شیطان کا قابو جیسا غصے کی حالت میں چلتا ہے ایسا شاید کسی دوسری حالت میں نہیں چلتا، گویا اس وقت انسان اپنے بس میں نہیں ہوتا، بلکہ شیطان کی مٹھی میں ہوتا ہے، حد یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں آدمی کبھی کبھی کفریہ کلمات بھی بکنے لگتا ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ "غصہ دین و ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے، جس طرح ایلوا شہد کو خراب اور بالکل ہی کڑوا کر دیتا ہے۔"

لیکن یہ واضح رہے کہ شریعت میں جس غصے کی ممانعت اور سخت مذمت کی گئی ہے، اس سے مراد وہی غصہ ہے جو نفسانیت کی وجہ سے ہو اور جس سے مغلوب ہو کر آدمی اللہ تعالیٰ کی حدود اور شریعت کے احکام کا پابند نہ رہے، لیکن جو غصہ اللہ کے لیے اور حق کی بنیاد پر ہو اور اس میں حدود سے تجاوز نہ ہو، بلکہ بندہ اس میں حدود اللہ کا پورا پابند رہے تو وہ کمالِ ایمان کی نشانی اور جلالِ خدا وندی کا عکس ہے۔

## حلم و بردباری اللہ کی محبوب صفات میں سے ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ: اِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمُ اللهُ اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلۂ عبدالقیس کے سردار اشج سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پیاری ہیں، ایک بردباری (غصہ سے مغلوب نہ ہونا) اور دوسری جلدی نہ کرنا۔"

# بندۂ مومن

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

ایمان والا جب نزع کی حالت میں ہوتا ہے تو فرشتے دور سے اس کو نظر آتے ہیں اور ایسے نظر آتے ہیں، جیسے سینکڑوں سورج چاند موجود ہوں، یہ آہستہ آہستہ اس کے قریب آتے ہیں اس کو مانوس کرتے ہیں اور جب قریب آتے ہیں تو پھر ان کی صورت سامنے آتی ہے، شکل سامنے آتی ہے، دور سے تو ایسا لگتا ہے کہ ایک نیا جہان ہے، جہاں سورج ہی سورج ہیں، چاند ہی چاند ہیں، اس لیے کہ وہ فرشتے اتنے خوب صورت ہوتے ہیں اور وہ بھی ایک دم آکر روح قبض نہیں کرتے، پہلے مانوس کرتے ہیں، قریب ہوتے ہیں اور قریب آکر اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے محبت و الفت کی باتیں کرتے ہیں کہ تیرا جسم کتنا پاکیزہ ہے، تیری روح کتنی اچھی ہے۔ چل لوٹ اپنے اللہ کی طرف جہاں تیرا اکرام و اعزاز ہے اور ایسی ذات سے تیرا واسطہ ہے کہ وہ ذات تجھ سے ناراض نہ ہوگی تو اس انداز سے بندۂ مومن کو اگلی زندگی کے لیے آمادہ کرتے ہیں، مانوس کرتے ہیں۔

پیارے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ (چمڑے کی بنی) مشک کو (جس میں پانی ڈالتے ہیں) انڈیل دو تو اس کا سارا پانی تیزی سے نکلتا ہے اور ایک قطرہ بھی اس کے اندر نہیں رہتا، اسی طرح بندۂ مومن کی روح بھی اتنی تیزی کے ساتھ نکل جائے گی۔ یہ ایک واقعہ ہے، یہ ایمان والے کے ساتھ یہ گھڑی پیش آنی ہے اور اس موقع پر نزع کی حالت میں جب یہ ہوگا تو اللہ کی طرف سے کلام ہوگا۔

يَآأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً
فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي

اے اطمینان والے جی! لوٹ آ اپنے رب کی طرف اور اس حالت میں تیرا لوٹنا ہے کہ تو اپنے رب سے راضی ہے اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے اور تیری شان یہ ہے کہ تو میرے خاص بندوں میں آجا ویسے تو سبھی اللہ کے بندے ہیں، کافر بھی اورایمان والے بھی، لیکن اللہ کے خاص مقرب بندے وہ ہیں جو اللہ سے راضی رہتے ہیں اور جن سے اللہ راضی رہتا ہے۔ اللہ کہتا ہے یہ جو ان میں خوبی ہے ناں! وہی میرے مقرب بندے ہیں، یہی وہ بندے ہیں جو بندہ کہلانے کے لائق ہیں۔

اللہ سے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے فیصلوں، اس کی لکھی تقدیر پر ہم راضی ہوں، اللہ رب ہے ناں، اس کی طرف سے کبھی نعمت ملتی ہے اور کبھی مصیبت آتی ہے، کبھی خوشحالی کبھی تنگدستی آتی ہے، کبھی بیماری آتی ہے کبھی صحت تو اللہ کا بندہ وہ کہلاتا ہے جو ہر حال میں کہے اللہ میں تیرا۔۔۔ اور پھر جب بندہ یوں کہتا ہے تو اللہ بھی کہتا ہے یہ بندہ نہ نعمت کا ہے نہ مصیبت کا ہے یہ تو ہر حال میں میرا ہے، اسے نہ نعمت کی پروا ہے نہ مصیبت کی یہ تو ہر حال میں میری طرف ہی آتا ہے، ایسوں کو اللہ اپنا بنا لیتا ہے۔

بڑی پریشانی ہوتی ہے جب بندہ اپنی زندگی میں اپنی تجاویز پر چلتا ہے اور بڑی راحت ہوگی، اطمینان میں رہے گا، سکون میں رہے گا جب تجویز نہ کرے بلکہ تفویض کردے یعنی معاملہ اللہ کے سپرد کردے، تدبیر کرے، اسباب اختیار کرے، وسائل اختیار کرے، تجویز نہ کرے تفویض کردے۔ اب جو اللہ کی مرضی ہوگی اطمینان رہے گا اور جب یہ یقین ہوجائے کہ جس ذات کے سپرد کیا ہے وہ مربی ہے، وہ رب ہے اور وہ میری مصلحتوں سے زیادہ باخبر ہے اور مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے، میری ذات سے مجھ سے زیادہ خیر خواہ ہے اور اس ذات کے سپرد کردے نتیجہ جو بھی آئے۔ شادی ہوگئی اللہ نے ایک تعلق دے دیا باقی اولاد کا معاملہ اللہ کے سپرد، بیٹا ہو یا بیٹی اللہ کی مرضی!! ملازمت، کاروبار اور محنت کررہا ہے، آمدنی کا فیصلہ اللہ کے سپرد، دوا لے لی تدبیر کرلی اب صحت اللہ کی مرضی، اس لیے یاد رہنا چاہیے کہ تجویز پریشانی ہے جب کہ تفویض میں سکون اور راحت ہے۔ کسی سے پوچھا کیسی گزر رہی ہے؟ کہا: کیا پوچھتے ہو، اس دنیا میں تو ہوتا ہی وہ ہے جو ہم چاہتے ہیں۔ کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ بھئی ہوسکتا ہے جو اللہ چاہتے ہیں ناں، ہم بھی وہ چاہ لیتے ہیں تو دنیا میں وہی ہوتا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔۔۔ ہم نے اپنی چاہت اللہ کی چاہت پر فنا کردی جو اس ذات کی مرضی وہ ہماری مرضی، جس پر وہ ذات راضی ہم بھی اسی پر راضی معاملہ اس کے سپرد کردیا ہے۔ یہ ہے راضیۃ جو اللہ سے راضی ہوگیا۔۔۔ اس چھوٹے سے بچے کا سبق سیکھنا چاہیے جو شعور بھی نہیں رکھتا، وہ دودھ پینے کے لیے بھی ماں کی جھولی میں آتا ہے اور جب کہیں سے طمانچہ لگتا ہے تب بھی پناہ ماں کی گود میں ہی ڈھونڈتا ہے۔ اسے اور کچھ سمجھ ہی نہیں آتا یہی حالت بندۂ مومن کی ہوتی ہے، راحت ملے تب بھی اسی کی طرف رجوع مصیبت آئے تب بھی اسی کی طرف۔

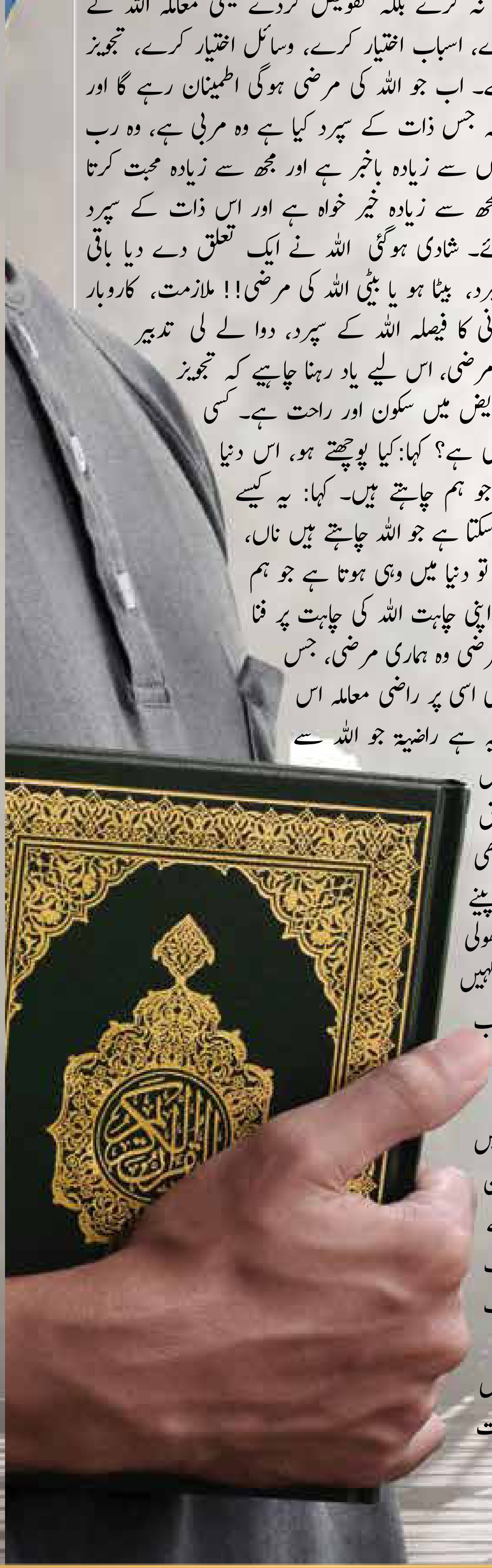

یہ جو کہا جاتا ہے ناں فلاں بزرگ صاحبِ نسبت ہیں، اس کا مطلب یہی ہوتا ہے جو اللہ سے راضی رہے اور اللہ اس سے راضی رہے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ کے بارے میں فرماتے تھے "جہاں عمر گھومتا ہے حق بھی ادھر ہی گھومتا ہے" بہ ظاہر یہ ہونا چاہیے تھا کہ جہاں حق گھومتا ہے، وہاں عمر گھومتے ہیں، لیکن عمرؓ کی زندگی ایسی ہوگئی حق بھی ساتھ ساتھ چلتا ہے، اس لیے حضرت عمرؓ کی رائے 12 چیزوں میں ایسی آئی کہ اللہ نے اسے قرآن بنا کر بھیج دیا، آپ کی رائے ہوئی۔ اللہ نے قرآن اتار دیا۔

حضرت عمران بن حصین پر جب بیماری آئی اور بڑی طویل بیماری آئی سالہاسال سے بستر پر پڑے ہوئے ہیں، لیکن راضیۃً مرضیۃً والی کیفیت نصیب تھی، آنے والے دیکھتے تھے کہ چہرے پر بشاشت، سکون، اطمینان، صحت مند آدمی کو اتنا سکون نہیں ملتا، اتنے چہرے پر بشاشت نہیں ہوتی تو پوچھنے والے پوچھتے کہ اتنا اطمینان اتنی بشاشت۔۔۔ فرمایا: اللہ کی مرضی اسی میں ہے، ہم اللہ کی رضا میں راضی ہیں۔ یہ ہیں اللہ کے خاص بندے کہ اللہ کے فیصلوں پر راضی ہوگئے۔

موت ایسی چیز ہے جو آدمی طبعًا پسند نہیں کرتا، کوئی بہت ہی اللہ والا ہوتا ہے جسے موت پسند ہوجاتی ہے، ہمیں طبعًا موت پسند نہیں ہوتی، کون مرنا چاہتا ہے۔ حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے: وہ تو ولایت کی نشانی ہے کہ جب آدمی موت سے محبت کرنے لگ جائے، ویسے اللہ کے نبی ﷺ نے موت کو پسند نہیں فرمایا کہ موت کی تمنا کرو، یہ اس وقت تمنّا کرنا منع ہے جب آدمی مصیبت سے نجات کے لیے موت کی تمنّا کرے، بے صبری کی وجہ سے موت کی تمنّا کرے، دنیاوی مشکلات کی وجہ سے موت کی تمنّا کرے، لیکن آدمی اللہ سے ملاقات اور محبت میں موت کی تمنّا کرے تو یہ تو بہت بڑی خوبی ہے اور مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ اَحَبَّ اللهُ لِقَائَهٗ جو اللہ سے ملنے کو پسندفرماتا ہے، اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند فرماتا ہے۔ یہ بڑی خوبی ہے۔ حضرت بلالؓ آخری گھڑی ہے، چہرے پر بشاشت ہے، ڈاڑھی مبارک کا ایک ایک بال کِھلا ہوا ہے، جیسے خوشی اُمڈ آئی ہو، پوچھنے والوں نے کہا اتنی خوشی، کہا: کل اپنے ساتھیوں سے ملاقات ہوجائے گی۔ کل پیارے نبی ﷺ سے ملاقات ہوجائے گی۔ دوستوں سے ملاقات ہوجائے گی۔

موت طبعًا ناگوار چیز ہے، لیکن اللہ اگر اپنی محبت دے دے اور آخرت کا شوق دے دے، پھر تو آدمی سوچتا ہے کہ اس اُجڑے گھر سے اللہ رب العزت آباد گھر میں بلا لے، اس اُجڑی ہوئی دنیا سے آباد دنیا میں بلا لے اور اس مشکل اور ناگواریوں کی زندگیوں سے نجات دےدے اور عافیت کی زندگی دے دے، مزے کی زندگی دے دے تو اس کیفیت کے ساتھ کسی خوش نصیب کو یہ زندگی مل جائے تو کیا کہنے۔۔۔ تو بہرحال یہ لمحہ آتا ہے اور سب کے ہاں آنا ہے کہ یہ روح نکلے گی، اب کچھ خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جن کے لیے اللہ کے فرشتے بھی تسلی کا سامان کرتے ہیں، اللہ بھی محبت کا کلام فرماتے ہیں اور اس گھڑی اسے خوش خبریاں مل رہی ہوتی ہیں:

اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

خوش خبری لو اس جنت کی، جس کا تم سے وعدہ کیا ہے۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ

کیا ہی بات ہے۔آج تم مہمان ہو اور اللہ کریم تمہارا میزبان۔ اس کی میزبانی کے مزے لوٹو گے اور اس کی میزبانی کی شان دیکھو گے

ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي

آؤ میرے بندو! آجاؤ! تم واقعی میرے بندوں کے لائق ہو، جو واقعی میرے بندے ہیں خاص بندے ہیں کہ جو ہر حال میں اللہ سے راضی رہے اور اس ذات کی طرف رجوع کرنے والے پر ناگواریاں آتی ہیں، تکالیف آتی ہیں، بیماریاں آتی ہیں، معاشی مسائل آتے ہیں، لیکن اگر یہ خیال ہو کہ یہ سب میری تربیت کے لیے ہیں، میری مصلحت کے لیے ہیں، اس میں میرے لیے خیرخواہی ہے اور اللہ کی پناہ میں آجائے تو بڑی کام یابی ہے، بڑی کمائی ہوگئی ہے، پھر اللہ کی طرف یوں رجوع کرلو تو اللہ کی رضا کی سب سے بڑی شکل جنت ہے، جہاں سب کچھ نعمتیں ملیں گی، لیکن جب اللہ کا دربار سجے گا اور اللہ کے اس دربار کے لیے کہا جائے گا کہ آج تمھیں ایک اور چیز ملنے والی ہے تو جنتی کہیں گے کہ اب کوئی چیز رہ بھی گئی ہے جو یہاں نہ ملی ہو، سب ہی کچھ تو مل گیا ہے اور ہمارے تصور سے بھی بہت کچھ آگے مل گیا۔ فرمایا جائے گا کہ ہاں! اس دربار میں اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ آج میں تم سے راضی ہوں اور کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا، اس کی جو مٹھاس اور ٹھنڈک ہوگی ناں، جنت کی کوئی نعمت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی تو اللہ رب العزت ہم سے راضی رہتے ہیں، جب ہم اللہ سے ہر وقت راضی رہتے ہیں، ہر وقت اس سے راضی ہیں جس حال میں رکھے، بس ہم تو اسی کے گُن گائیں اسی کی محبت کے تذکرے کریں، اسی کی تعریف میں رہیں، یہ بندگی ہے تو اللہ رب العزت ہمیں اپنی کامل بندگی نصیب فرمادے اور ہر فیصلے پر اور ہر تقدیر پر ہمیں راضی رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

لوگ استخارہ کرتے ہیں اور استخارے کے بعد اگر نتیجہ ان کی چاہت کے خلاف ہوجائے تو بڑے پریشان ہوجاتے ہیں کہ یار ہم نے تو استخارہ بھی کیا تھا، پھر بھی ایسا ہوگیا تو یہ بے چارے استخارے کا مطلب ہی نہیں سمجھتے، استخارے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے معاملہ اللہ کے سپرد کردیا اور یوں اللہ سے کہا کہ جس میں خیر ہو، بس وہ کردے۔۔۔ اب ضروری نہیں کہ جو میری خواہش ہے، اسی میں خیر ہو، اللہ میاں جس میں خیر ہو اور آپ بہتر جانتے ہیں خیر کس میں ہے؟ بسا اوقات ملنے کے بعد چلی جائے اس میں خیر ہے، رشتہ طے ہوجائے ٹوٹ جائے، اس میں خیر ہے۔۔۔ ارے بھئی! ہم نے تو اللہ سے خیر مانگی ہے یا اپنی تجویز اور چاہت مانگی ہے اور اللہ کریم سے یہی تو کہا ہے یا اللہ! ہمیں علم نہیں اور آپ کا علم کامل ہے، ہمیں خیر چاہیے جب خیر چاہیے تو نتیجہ جو بھی آئے، کل مہینوں کے بعد سالوں کے بعد جو بھی نتیجہ آئے، سمجھو بھائی! میں نے معاملہ اللہ کے سپرد کیا تھا ناں، اب مجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، خیر اسی میں ہوگی۔ بسا اوقات آزمائش ہی کے اندر خیر ہوتی ہے، بسا اوقات معاملہ کے ٹوٹ جانے میں ہی خیر ہوتی ہے، بسا اوقات وہ چیز نہ ملنے کے اندر ہی خیر ہوتی ہے، خیر مانگی ہے ہم نے تو استخارے کا مطلب کیا ہوتا ہے معاملہ اللہ کے سپرد کردیا۔ یہی تو اطمینان کی چیز ہے اور پھر وہاں اگر مگر نہیں ہوتا کہ اگر میں ایسا کرلیتا، ایسا میں نے کیوں نہیں کیا، اگر یوں کرلیتا۔۔۔ یہ چیزیں آپ کو تشویش میں ڈالیں گی، پریشان رکھیں گی اور ایک یہ ہے کہ معاملہ میں نے استخارہ کرکے اللہ کے سپرد کیا، اب نتیجہ جو بھی ہوگا، اس میں خیر ہوگی، سکون رہتا ہے تو اللہ رب العزت ہمیشہ اپنے فیصلوں پر اپنی تقدیر پر راضی رہنے کی توفیق نصیب فرمادے۔ آمین

**اسلام لانے کا واقعہ:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت میں "غمیم" نامی جگہ پر ٹھہرے تھے، بُریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ قبیلہ اسلم کی شاخ "بنو سہم" کے 70 گھڑ سواروں کو لے کر پہنچ گئے، قریش مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر لانے پر 100 اونٹ کا انعام رکھا تھا، اسی لالچ میں یہ بھی نکلے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "تم کون ہو؟" انہوں نے کہا: "بریدہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدشگونی کو پسند نہیں فرماتے تھے، لیکن نیک فالی کو پسند فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "ہمارا کام تو اچھا اور ٹھنڈا ہوگیا۔" (بریدہ کا مطلب ہے: ٹھنڈا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا: "کس قبیلے سے؟" کہا: "اسلم" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا: "ہم سلامتی میں آگئے۔" پھر پوچھا۔ "کس خاندان سے؟" کہا: "بنو سہم" (سہم کا مطلب ہے: تیر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا: "تمہارا تیر نکل آیا۔" (عرب کے لوگ قرعہ نکالنے کے لیے تیر پر لکھ کر نکالتے تھے، اچھائی اور بھلائی کی چیز نکل آتی تو اس کو کہتے تھے: "تیر نکل آیا") اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُریدہ رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی، وہ مسلمان ہوئے، اور ان کے ساتھ قبیلے کے تمام لوگ مسلمان ہوگئے۔

کچھ ہی دیر بعد عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو ان سب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز عشاء ادا کی۔ اسی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو سورہ مریم کا ابتدائی حصہ یاد کروایا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اسی رات میں بنو اسلم کے تقریباً 80 گھرانے اسلام میں داخل ہوگئے۔

مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ جھنڈا لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوں گے، اپنا عمامہ اتارا اور نیزے کے اوپر لپیٹ دیا، اور اس جھنڈے کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلنے لگے۔

ہجرت کے اسی قصے کو ابوالاثر حفیظ جالندھریؒ نے اشعار میں نظم کر کے بیان فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

سراقہ امن کی تحریر لے کے گھر کو لوٹ آیا
اعادہ پھر سفر کا رحمت عالم نے فرمایا
ستارے ہم سفر تھے رات کو اور دن کو سورج تھا
منازل میں لقف تھا مدلجہ تھا اور مرج تھا
حداید اور اذاخر اور رابغ راہ میں آئے
مقامات جداجد بھی اقامت گاہ میں آئے
ابھی یہ قافلہ دامانِ منزل تک نہ پہنچا تھا
گرفتاری کی خاطر اور اک انبوہ آ پہنچا
یہ ستر آدمی تھے دشت ہی گھر بار تھا ان کا
جواں ہمت بُریدہ اسلمی سردار تھا ان کا
اسی انعام کا لالچ انہیں بھی کھینچ لایا تھا
یہ فتنہ راستے میں اہل مکہ نے اٹھایا تھا
مگر اسلام کی دولت لکھی تھی ان کی قسمت میں
بُریدہ آگیا آتے ہی دامانِ نبوت میں
شرف پایا جو اس نطق خدا سے ہم کلامی کا
تہیہ کرلیا سب نے محمد کی غلامی کا
بتوں کو چھوڑ کر دنیائے باطل سے جدا ہو کر
چلے یثرب کی جانب ہمرکابِ مصطفیٰ ہو کر
محبت میں بریدہ نے اُتارا اپنا عمامہ
اسے نیزے میں باندھا اور یہ جھنڈا اس طرح تھا
کہ اسلامی پھریرا آج لہرا فضاؤں میں
معاً اللہ اکبر کی صدا گونجی ہواؤں میں
یہ جھنڈا امن و راحت کی بشارت دیتا جاتا تھا
طلوع صبح وحدت کی شہادت دیتا جاتا تھا

**مدینہ منورہ حاضری:** اس کے بعد بُریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ واپس اپنے قبیلے میں لوٹ گئے، غزوہ بدر اور غزوہ احد کے وقت آپ موجود نہیں تھے، اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں ہی رہائش اختیار فرمائی اور اس کے بعد 16 غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔

**غزوۂ مریسیع میں:** سن 5ھ شعبان کے مہینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے ایک قبیلہ "بنو مصطلق" پر یلغار کی اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو زیر فرمایا، فریقین کا آمنا سامنا ایک چشمے کے پاس ہوا، جس کا نام "مریسیع" تھا، اسی لیے اس کو "غزوہ مریسیع" بھی کہتے ہیں، اس غزوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کی نگرانی پر حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا۔

**فتح مکہ کے موقع پر:** سن 8ھ رمضان المبارک میں فتح مکہ پیش آیا، جس میں قبیلہ بنو اسلم کے چار سو لوگ شریک تھے، جن کے دو جھنڈے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک جھنڈا بُریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور دوسرا ناجیہ بن اعجم رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔



**غزوہ تبوک کی تیاری میں:** رجب سن 9ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ تبوک کی طرف پیش قدمی فرمائی تھی، اس غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا اور صدقہ و خیرات کی ترغیب دی تھی، چناں چہ بُریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنو اسلم کے پاس بھیجا تھا، تاکہ وہ اپنے قبیلے کو جہاد کے لیے آمادہ کریں۔

**زکوۃ کے نگران:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ جمع کرنے کے لیے مختلف علاقوں اور قبائل کے لیے نگران مقرر فرمائے تھے، جو زکوۃ کی رقم جمع کرتے تھے، قبیلہ غفار اور بنو اسلم سے زکوۃ جمع کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا۔

**جیش اُسامہ میں:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے کچھ قبل ایک لشکر روم کی جانب روانہ فرمایا، اور اس کا امیر اسامہ بن زیدؓ کو مقرر فرمایا، اس لشکر کے متعلق آپ آخری دم تک یہ فرماتے رہے تھے کہ "اسامہ کا لشکر روانہ کرو۔" چناں چہ آپؐ کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کے روانہ میں تاخیر نہیں فرمائی، اس لشکر میں بھی بُریدہ بن حصیبؓ اسامہ بن زیدؓ کے ساتھ تھے۔

**اقامت اور رہائش:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد چند سال تک مدینہ منورہ میں ہی مقیم رہے، یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے دورِ خلافت میں تقریباً سن 15ھ میں جب بصرہ شہر تعمیر ہوا اور آباد ہوا، تو وہاں منتقل ہوگئے، وہیں سے خراسان کے جہاد میں شریک ہوئے۔ اور اس کے بعد خراسان کے ایک شہر "مرو" میں قیام فرمایا اور وہاں علم کی نشر و اشاعت میں بھی مشغول رہے، ان سے کئی احادیث نقل کی گئیں، چناں چہ حدیث کی مشہور چھ کی چھ کتابوں میں ان سے روایات نقل کی گئی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ (آپؐ کے وصال کے بعد) مشرق کی طرف جانے والے لشکر میں تشریف لے جائیں، اور اس کے بعد خراسان کے لشکر میں شریک ہوں اور اس کے بعد "مرو" شہر میں قیام کریں۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے انہیں حجاز اور شام کے ایک سرحدی علاقے "نوبۂ سرغ" کا نگران بھی مقرر فرمایا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں بھی خراسان کے جہاد میں شریک تھے "ماوراء النہر" میں یوں صدا لگاتے تھے:

لَا عَيْشَ اِلَّا طِرَادُ الْخَيْلِ الْخَيْلَ

حقیقی زندگی تو بس یہی ہے کہ گھوڑے سے گھوڑے ٹکرائیں (یعنی اللہ کے راستے میں جہاد)

**وفات:** سن 62ھ میں یزید بن معاویہ کے دور خلافت میں "مرو" میں ہی وفات پائی، اور اسی کے ایک محلے "جُصَین" میں قبر بنی۔ اس قبرستان میں کئی صحابہ اور تابعین مدفون ہیں۔ خراسان میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی یہی ہیں۔ اس قبرستان میں ان کے ساتھ ایک اور صحابی حکم غفاریؓ بھی مدفون ہیں۔

**اولاد:** ان کے دو بیٹوں کا نام کتابوں میں ملتا ہے: عبداللہ اور سلیمان، دونوں جڑواں تھے، عبداللہ بڑے تھے، سن 15ھ میں پیدا ہوئے، دونوں نے اپنے والد سے روایات بھی نقل کی ہیں، عبداللہ مرو کے قاضی بھی بنے۔ ابن عینیہ سلیمان کو ان کے بھائی عبداللہ پر ترجیح دیتے تھے۔

**شاگرد:** ان سے تابعین کے علاوہ صحابہ نے بھی روایات کی ہیں، چناں چہ ان سے روایت میں نقل کرنے والے چند حضرات یہ ہیں: ابن عباس، ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوفؓ طاؤس بن کیسانؒ، عامر بن شراحیل شعبیؒ۔

**اقوال:** ایک بات فرماتے تھے: اسلام لانے کے بعد میرا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ میں خیبر کی جنگ میں شریک ہوا، ایک جنگ میں ہم نے نقب لگایا تھا، مجاہدین رسی لگا کر وہاں چڑھنے لگ گئے اور وہاں جنگ کرنے لگے، میں بھی وہاں چڑھ گیا اور تلوار چلانے لگا، وہ جگہ اونچی تھی اور دور سے نظر آرہی تھی، میں نے سرخ چادر اوڑھی ہوئی تھی، اس لیے دور سے نظر آرہا تھا، اس لیے سب نے مجھے لڑتا ہوا دیکھ لیا، یہ میرا سب سے بڑا گناہ تھا کہ میں اپنے عمل کی وجہ سے مشہور ہوگیا۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، بریدہ رضی اللہ عنہ سے اگر غلطی ہوئی بھی تھی تو کیا معلوم کہ انہوں نے اپنے آپ کو جو کم تر اور حقیر سمجھا، اسی وجہ سے وہ بہت بڑا اجر کمالیں۔

**ان کے متعلق روایات اور اقوال:** ایک مرتبہ ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: یارسول اللہ، بریدہ بہت خوب آدمی ہیں اور اپنی قوم کے لیے بابرکت ہیں، ہجرت کے سفر میں ہم ایک رات ان کے ساتھ ٹھہرے اور اسی میں وہ خود بھی مسلمان ہوگئے اور ان کے ساتھ قبیلہ اسلم کے جتنے لوگ تھے سب اسلام لے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نِعْمَ الرجل بریدۃُ لِقومه وعِزٌ قومه

کیا خوب آدمی ہے بریدہ، اپنی قوم کے لیے، اپنی قوم کی عزت و بڑائی کے لیے۔

اوس بن عبداللہ بن بریدہ اپنے والد عبداللہ سے اور وہ اپنے والد بریدہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: کسی بھی علاقے میں میرے کسی صحابی کا انتقال ہوا تو وہ قیامت کے دن ان کا قائد اور رہبر ہوگا اور ان کے لیے روشنی اور نور (کاباعث) ہوگا۔ اسی لیے عبداللہ بن بریدہ فرماتے تھے: "میرے والد قیامت کے دن اہل مشرق کے قائد ہوں گے۔"

ایک اور روایت عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اور حکم غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم دونوں اہل مشرق کے لیے میری دو آنکھیں ہو، اور اہل مشرق تمہارا ساتھ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات مرو آئے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور ایک ہی قبرستان "جُصَین" میں مدفون ہوئے۔

ابو الملیح فرماتے ہیں: ہم ایک مرتبہ حضرت بُریدہؓ کے ہمراہ سفر جہاد میں تھے، عصر کا وقت ہوا، تو انہوں نے فرمایا: "عصر کے نماز ادا کرنے میں جلدی کرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے عصر کی نماز چھوڑدی اس کے عمل ضائع ہوگئے۔"

غالباً حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ کا مقصد تھا کہ جنگ کا سماں، نماز پڑھنے میں جلدی کرو، اگر دشمن سے کوئی جھڑپ ہوگئی اور نماز پڑھنے کا موقع نہ مل سکا، تو یہ انتہائی نقصان کی بات ہوگی، اور پھر دلیل کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش فرمائی، یعنی اگر جنگ کی کیفیت میں بھی نماز چھوٹ گئی تب بھی اس وعید سے ڈرنا چاہیے، کہیں ہماری نماز اپنی کوتاہی کے سبب ضائع نہ ہوجائے، یعنی وقت داخل ہونے کے بعد بھی نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس وعید میں داخل نہ ہوجائیں، کیسے لوگ تھے، سخت سے سخت وقت میں بھی نماز کا خیال نہ جاتا تھا، سچ تو یہ ہے یہی ان کی کامیابی کا راز تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور نماز کے بھرپور اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

## جگر گوشۂ رسول ﷺ

ندا اختر

فاطمہ نام تھا اور لقب زہرا آں حضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے کم سِن تھیں۔ آں حضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کے ساتھ ان کا نکاح کردیا۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آں حضرت ﷺ سے درخواست کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جو اللہ کا حکم ہوگا۔" پھر حضرت عمرؓ نے جرأت کی ان کو بھی آپ ﷺ نے کچھ جواب نہیں دیا۔

بہرحال حضرت علیؓ نے جب درخواست کی تو آپ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہیں، یہ ایک طرح کا اظہارِ رضا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ "تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟"

"بولے کچھ نہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا "اور حطیہ زرہ کیا ہوئی؟" (جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی)

"عرض کی وہ تو موجود ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "بس وہ کافی ہے۔" حضرت عثمانؓ نے آپ سے 480 درہم پر خرید لی۔ حضرت علیؓ نے قیمت لا کر آں حضرت ﷺ کے سامنے رکھ دی۔

آں حضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کہ بازار سے خوشبو لائیں۔

شہنشاہِ مدینہؐ نے سیدہ عالمؓ کو جو جہیز دیا، وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا، جس کے اندر روئی کی بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہی چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں۔

حضرت فاطمہؓ جب نئے گھر جا پہنچیں تو آں حضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگی، پھر اندر آئے، ایک برتن میں پانی منگوایا، دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علیؓ کے سینے اور بازوؤں پر پانی چھڑکا، پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں۔ ان پر بھی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں بہتر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔

حضرت فاطمہؓ آپ کی محبوب ترین اولاد تھیں اور اب صرف وہی باقی رہ گئی تھیں۔ اس لیے ان کو صدمہ بھی اوروں سے زیادہ ہوا۔ وفات سے پہلے ایک دن آں حضرت ﷺ نے ان کو بلایا، تشریف لائیں تو ان سے کچھ کان میں باتیں کیں، وہ رونے لگیں، پھر بلا کر کچھ کان میں کہا تو ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہؓ نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو کہا پہلی دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا، جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی تو میں ہنسنے لگی۔

وفات سے پہلے جب بار بار آپ ﷺ پر غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہؓ یہ دیکھ کر بولیں: وَا کَرْبَ اَبِیْ، ہائے میرے باپ کی بے چینی!

آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا۔"

آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہؓ پر یہ جدائی ایسی اثر انداز ہوئی کہ جب تک زندہ رہیں کبھی تبسّم نہیں فرمایا۔

حضرت فاطمہؓ کا حلیۂ مبارک جنابِ رسالتِ مآب سے ملتا جلتا تھا۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ فاطمہؓ کی گفتگو، لب و لہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل آں حضرت ﷺ کا طریقہ تھا اور رفتار بھی بالکل آں حضرت ﷺ کی رفتار تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِيْ

"فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، جو اس کو ناراض کرے گا مجھ کو ناراض کرے گا۔"

سیدہ عالمؓ کی خانگی زندگی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گٹے پڑ گئے تھے۔

گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے میلے ہوجاتے تھے۔ چولہے کے پاس بیٹھنے سے کپڑے دھوئیں سے سیاہ ہوجاتے تھے، لیکن بایں ہمہ جب انھوں نے آں حضرت ﷺ سے گھریلو کاموں میں معاونت کے لیے ایک باندی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو ارشاد ہوا کہ "جانِ پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔"

حضرت فاطمہؓ کی پانچ اولاد ہوئیں۔ حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، اُم کلثومؓ، زینبؓ۔ محسنؓ نے بچپن میں انتقال کیا۔ حضرت زینبؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ اور اُمّ کلثومؓ اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ میں مشہور ہیں۔ آں حضرت ﷺ کو ان سب سے نہایت محبت تھی اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ بھی ان کو بہت محبوب رکھتے تھے۔

آں حضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت فاطمہؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آپؐ کی نسل باقی رہی۔

آں حضرت ﷺ کے انتقال کو 7 ماہ گزرے تھے کہ رمضان 11ھ میں حضرت فاطمہؓ نے وفات پائی اور آں حضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی پوری ہوئی۔ یہ منگل کا دن اور رمضان کی تیسری تاریخ تھی۔

حضرت فاطمہؓ کی تجہیز و تکفین میں خاص جدّت کی گئی۔ عورتوں کے جنازے پر جو آج کل پردہ لگانے کا دستور ہے، اس کی ابتدا ان ہی سے ہوئی۔ اس سے پہلے عورت اور مرد سب کا جنازہ کھلا جاتا تھا۔ سعودی عرب میں اسی سنتِ فاطمیؓ پر عمل کیا جاتا ہے۔

چوں کہ حضرت فاطمہؓ کے مزاج میں انتہا کی حیا و شرم تھی۔ اس لیے انھوں نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے کہا کہ کھلے جنازے میں عورت کی بے پردگی ہوتی ہے، جس کو میں پسند نہیں کرتی۔ حضرت اسماء نے کہا۔

جگر گوشۂ رسول ﷺ! میں نے حبش میں ایک طریقہ دیکھا ہے آپ کہیں تو اس کو پیش کردوں۔ یہ کہہ کر خرمے کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا، جس سے پردہ کی صورت پیدا ہوگئی۔

حضرت فاطمہؓ بے حد مسرور ہوئیں کہ یہ بہترین طریقہ ہے۔

# مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

## ازدواجی مسائل

سوال: میں ایک سرکاری ملازم ہوں۔ میری شادی کو دس سال ہوچکے ہیں اور میرے دو بچے بھی ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ازدواجی زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میرے والدین خاص طور پر والدہ کی وجہ سے میری ازدواجی زندگی اور ذہنی پریشانی حد سے رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ والدہ کا مقام بہت ہی زیادہ ہے، اسی وجہ سے دس سالوں میں میں نے ایک لفظ بھی نہیں کہا، بلکہ معاملات کو درست رکھنے اور والدہ کو خوش کرنے کے چکر میں بہت دفعہ اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھایا ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ میرے چھوٹے بھائی کی شادی ہوچکی ہے۔ مجھ سے چھوٹا بھائی سخت مزاج کا ہے۔ میری والدہ اس کے ساتھ ٹھیک ہیں، اس کی بیوی کے ساتھ بھی حد سے زیادہ ٹھیک ہیں، لیکن میری بیوی کے ساتھ ہر بات پر ضد اور میرے ساتھ بھی ہر بات پر لڑائی۔ مثلا: میری بیٹی اور میری بہن کی عمر میں تقریبًا چار سال کا فرق ہوگا۔ میری پوری کوشش ہوتی ہے کہ جو چیز اپنی بیٹی کے لیے لاؤں وہی بہن کے لیے بھی، لیکن میری تنخواہ اتنی نہیں کہ میں بہت زیادہ خرچ کرسکوں، پھر بھی کوشش ہوتی ہے، لیکن اگر کبھی میری بیوی میری بیٹی کے لیے کچھ لے لیں تو بس جھگڑا شروع کہ تمہاری بیوی نے اپنی مرضی کی، میری بیٹی کے لیے کیوں نہیں لائیں اور میرا سارا دن اسی میں گزرجاتا ہے کہ کہیں والدہ ناراض نہ ہوں، لیکن پھر بھی وہ خوش نہیں، میں کیا کروں؟ میں یہ سوچ سوچ کر ذہنی مریض ہوتا جارہا ہوں۔ میں ہمیشہ سے خود سے اپنی بیوی، بہن بھائیوں اور والدہ کو ترجیح دوں، پھر میرے ساتھ ہی ایسا سلوک کیوں؟ اگرایسی میری والدہ کی عادت ہے تو میرے ساتھ ہی کیوں؟ بھائی کے ساتھ تو ٹھیک ہے، اس کو کچھ نہیں کہتیں، بلکہ اس کے چھوٹے سے چھوٹے کام بھی خود کرتی ہیں۔ اس کی بیوی کا اور اس کا، میرے ساتھ ایسا ناگوار برتاؤ کیوں؟ میں خدا کے خوف سے پھر معافی مانگتا ہوں اور پھر بھی وہ اسی طرح کرتی ہیں۔ میرے دس سال اس طرح گزرگئے، اب میں احساسِ محرومی والی کیفیت سے گزر رہا ہوں۔ نہ گھر پر اپنی بیوی بچوں کی طرف توجہ دے پاتا ہوں، مجھے کیا کرنا چاہیے؟ براہِ کرم مجھے راستہ بتائیں، میں بہت تکلیف میں ہوں۔ والدہ کی وجہ سے اپنی بیوی اوراپنے بچوں کا حق نہ مار جاؤں اور اپنی بیوی اور بچوں کی وجہ سے کہیں والدین کا حق نہ مار جاؤں، جبکہ میری بیوی ایک پڑھی لکھی خاتون ہیں اور ہر چیز میں بہت تعاون کرنے والی ہیں، میں نے اسے بہت ساری عورتوں سے اچھا پایا ہے، وہ بھی میرے والدین کے ساتھ مخلص ہیں۔ اب میں کیا کروں؟ جبکہ میرے والدین ماشاءاللہ! صحت مند ہیں۔ اگر والدہ بے وجہ باتوں پر ناراض ہوجائیں اوروہ بھی بار بار تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: آپ اگر صبر و تحمل سے کام لیں، بیوی، والدہ اور بچوں کے حقوق ادا کرتے رہیں، سب کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کریں، ہاں کسی کی وجہ سے دوسرے کی حق تلفی بھی نہ کریں۔ اگر کبھی والدہ کی طرف سے بغیر وجہ کے ناراضی پیش آئے تو صبر سے کام لیں، ان شاءاللہ! آپ کو اس کا اجر ملے گا۔

## کرنسی کے کاروبار کا حکم

سوال: کرنسی کا کاروبار کرنا جائز ہے یانہیں؟ کچھ عرصہ پہلے مجھے پتا چلا تھا کہ فوریکس مارکیٹ کا کام غلط ہے، کیوں کہ اس میں کرنسی کی خرید و فروخت آن لائن ہوتی ہے اور کرنسی خریدار کے ہاتھ میں نہیں آتی، ورچیولی خریدا اوربیچا جاتاہے۔ اس کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ کاروبار غلط ہے۔کیا یہ بات درست ہے؟ مثال کے طور پر پورے پاکستان میں منی ایکسچینجر ہیں۔ یہ لوگ مختلف کرنسی خریدتے اور بیچتے ہیں ،اس طرح ان کے پاس جو گاہک آتے ہیں، وہ انٹرنیشنل کرنسی خریدتے بھی ہیں اور بیچتے بھی ہیں، قیمت کچھ ہوتی ہے اور کبھی کچھ یار یال وغیرہ بھی۔ اس کے بارے میں رہنمائی فرمائیں گے کہ یہ کرنسی کا کاروبار حلال ہے یا نہیں؟ اس میں کرنسی کی قیمت کے بڑھنے کا انتظار کرنا اور پھر بیچنا یہ سب درست ہے یا نہیں؟ منی ایکسچینجر کا بھی بتائیں!

جواب: واضح رہے کہ جیسے عام اشیا کو خرید کر زیادہ رقم پر بیچنا جائز ہے، اسی طرح کرنسی کو خریدکر زیادہ قیمت پر بیچنا بھی جائز ہے، لیکن کرنسی کی بیع شرعاً ”بیع صرف“ ہے، جس میں بدلین (جانبین کی کرنسی) پر مجلسِ عقد میں قبضہ ضروری ہے اور دونوں جانب سے یا کسی ایک جانب سے ادھار ناجائز ہے، لہٰذا ایسے تمام سودے ناجائز ہیں، جن میں کرنسی کی خرید و فروخت ادھار ہوتی ہے یا اگر خرید و فروخت نقد ہوتی ہے، مگر عقد کے دونوں فریق یا کوئی ایک فریق اپنے حق پر قبضہ نہیں کرتا۔

خلاصہ یہ کہ باہمی تقابض نہ پائے جانے کی صورت میں ایسے سودے فاسد ہوں گے اور نفع حلال نہ ہوگا۔ منی ایکسچینجر میں ان شرائط کا لحاظ کرناضروری ہے۔

انٹرنیٹ پر کرنسی کے کاروبار میں عموماً کرنسی کی خرید وفروخت ادھار ہوتی ہے اوربعض صورتوں میں نہ کرنسی ادا کی جاتی ہے اور نہ ہی کرنسی وصول کی جاتی ہے، بلکہ محض سودے ہوتے ہیں اور کرنسی کے مارکیٹ انڈیکس کے فرق سے نفع بنالیا جاتا ہے یا انٹرنیٹ پر سودے ہوتے رہتے ہیں اور اکاؤنٹ میں رقم باقی رہتی ہے اور دن کے آخر میں رقم میں نفع کا اضافہ یا نقصان کی کٹوتی کردی جاتی ہے، لہٰذا ان صورتوں پر مشتمل سودے حلال نہیں ہوتے۔

مذکورہ صورت میں اگر واقعی سرمایہ لگایاجاتاہے توکرنسی کے کاروبار میں امکانِ نقصان یا حقیقی سرمایہ لگنے سےانکار نہیں،لیکن عموماً حقیقی یا حکمی قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہوتی ہے۔



## فاریکس ٹریڈنگ پر کرنسی کی خرید وفروخت کا حکم

سوال: انٹر نیٹ پر فاریکس ٹریڈنگ، انٹر نیٹ پر کرنسی کی خرید و فروخت کے اسلامی طریقے کے بارے میں ہماری تشفی فرمائیں!

جواب: فاریکس ٹریڈنگ کے تحت کئی قسم کے کاروبار ہوتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1 کیری ٹریڈنگ: اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک کم شرح سود والی کرنسی ادھار پر لے کر اس کے بدلے زیادہ شرح سود والی کرنسی خرید لی جائے۔ اس طریقہ کاروبار میں خریدار کا نفع وہ فرق ہے جو دونوں کرنسیوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ یہ طریقہ بینک اور دیگر مالیاتی اداروں کے طریقہ کار کے مشابہ ہے کہ وہ کم شرح سود پر قرضے لیتے ہیں اور زیادہ شرح سود پر لوگوں کو فراہم کرتے ہیں اوردونوں کے درمیان کا فرق ان کا نفع ہوتاہے۔

اس کاروبار میں شرکا تین قسم کے ہوتے ہیں:

1 مختلف بینک: اکثر بڑے سودے بینک کرتے ہیں، کرنسی کے اتار چڑھاؤ میں ان کے سودوں کا بڑاعمل دخل ہوتاہے۔

2 مختلف ادارے جو لوگوں کی رقوم سے سرمایہ کاری کرتے ہیں اور نفع کماتے ہیں۔

3 انفرادی خریدار جو اپنی ضرورت کے لیے کرنسی کا تبادلہ کرتے ہیں۔

2 فاریکس کموڈٹی ٹریڈنگ: انٹرنیٹ پر کاروبار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ تیل، مختلف دھاتیں جیسے: کاپر، لوہا وغیرہ اورمختلف اجناس جیسے: گندم، چاول وغیرہ بھی اسی فورم پر خریدی اور بیچی جاتی ہیں۔ اس میں بھی عموماً وہی اصول اور ضوابط ہوتے ہیں جو فاریکس کرنسی ایکسچینج میں ہوتے ہیں۔ ایک صارف اپنے تھوڑے سے سرمایہ سے بڑی لاٹ خرید سکتاہے۔ مثلا: کوئی شخص دس ہزارروپے سے اپنا اکاؤنٹ کھولتاہے اور ایک لاکھ روپے کا خام تیل یاگندم کی لاٹ خرید لیتاہے اوربطورِ بیعانہ محض دس ہزار روپے اداکردیتاہے۔ یہ تمام خریداری بروکریاڈیلر کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ (اس کاروبار میں اسپاٹ ٹریڈنگ اور فیوچر ٹریڈنگ دونوں ہوتی ہیں) لاٹ خریدنے کے بعد اگرمبیع کی قیمت بڑھ رہی ہو تو صارف کا نفع ہوتا ہے اور مقرّرہ مدّت آنے سے قبل بسا اوقات وہ اس لاٹ کو فروخت کر دیتا ہے اور اگر مبیع کی قیمت گرنے لگے تو یہ صارف کا نقصان ہوتا ہے۔ اگر نقصان صارف کی جمع کرائی ہوئی رقم سے تجاوز کرنے لگے تو بروکر صارف کو کہتا ہے: آپ یا مزید رقم جمع کرائیں یا میں آپ کا سودا کینسل کر دیتا ہوں، یعنی یہ کہ اسکرین پر جو سودا صارف کی ملکیت دکھایا جاتا ہے، حقیقت میں اس کے خلاف ہوتاہے اور صارف کی ملکیت صرف صارف کی جمع کرائی ہوئی رقم تک محدود ہوتی ہے۔

### فقہی حکم

1 کرنسی کی بیع شرعًا ”بیع صرف“ ہے، جس میں بدلین (جانبین کی کرنسی) پر مجلسِ عقد میں قبضہ ضروری ہے اور دونوں جانب سے یا کسی ایک جانب سے ادھار ناجائز ہے، لہٰذا اسپاٹ ٹریڈ ہو یا فیوچر ٹریڈ، ایسے تمام سودے ناجائز ہیں جن میں کرنسی کی خرید وفروخت ادھار ہوتی ہے یا اگر خرید و فروخت نقد ہوتی ہے، مگر عقد کے دونوں فریق یا کوئی ایک فریق اپنے حق پر قبضہ نہیں کرتا۔ خلاصہ یہ کہ باہمی تقابض نہ پائے جانے کی صورت میں ایسے سودے فاسد ہوں گے اور نفع حلال نہ ہوگا۔

2 یہ طے شدہ اصول ہے کہ بیع شرطِ فاسد سے فاسد ہوجاتی ہے ”فاریکس“ کے کاروبار میں شروطِ فاسدہ بھی لگائی جاتی ہیں۔مثلا: SWAPS(بیع بشرط الاقالہ) یعنی یہ شرط لگانا کہ ایک مقرّرہ مدّت کے بعد بیع کو ختم کیا جائے گا، حالاں کہ بیع تام ہوجانے کے بعد لازم ہو جاتی ہے اور جانبین کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

3 نیز OPTIONS میں خریدار کو یہ حق دینا کہ وہ اپنی بیع کو فریقِ مخالف کی رضامندی کے بغیر بھی ”اقالہ“ کرسکتاہے۔ یہ بھی شرطِ فاسد ہے، کیوں کہ ”اقالہ“ میں جانبین کی رضامندی شرط ہوتی ہے۔

4 فیوچر سیل کی جو صورت اوپر بیان ہوئی وہ بیع نا جائز ہے، کیوں کہ بیع کا فوری ہونا ضروری ہے، مستقبل کی تاریخ پر خرید و فروخت نا جائز ہے۔

5 اس طریقۂ کاروبار میں ایک قباحت ”بیع قبل القبض“ کی بھی ہے، کیوں کہ ستر، اسی فیصد لوگ اس مارکیٹ میں خریداری محض کرنسی ریٹ کے اتارچڑھاؤ کے ذریعے نفع حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں، ان کا مقصد کرنسی حاصل کرنا نہیں ہوتا، لہٰذا اکثر خریدار کرنسی کا قبضہ حاصل نہیں کرتے اور آگے بیچ دیتے ہیں۔

کرنسی کے علاوہ دھاتوں اور اجناس کی بیع اگرچہ بیعِ صرف نہیں ہوتی اور اس وجہ سے اس میں ہاتھ در ہاتھ قبضہ بھی شرط نہیں، لیکن اس میں ”بیع قبل القبض“ (خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کیے بغیر آگے بیچنا) ”بیع مضاف الی المستقبل“ (آئندہ کی تاریخ پر خرید وفروخت) اور دیگر وہ شروطِ فاسدہ پائے جاتے ہیں جن کا اوپر بیان ہوا، نیز اس بیع میں بروکر کی جانب سے یہ دھوکا بھی ہے کہ صارف جس مبیع کو محض بیعانہ دے کر اپنی ملکیت سمجھتا ہے اور اس کی قیمت بڑھ جانے سے نفع بھی کماتا ہے، اگر اس میں نقصان ہو جائے تو بروکر کو اس پورے سودے کو ختم کرنے کا اختیار ہوتاہے، جبکہ شرعًا بروکر کو اپنے عمل کی اجرت وصول کرلینے کے بعد سودے میں کوئی حق اور اختیار نہیں ہوتا اور اگر کسی شخص نے کوئی چیز خریدی ہے تو اب اس کا نفع ونقصان اس کے ذمہ ہے، نقصان دیکھ کر وہ سودے کو منسوخ نہیں کر سکتا، جب تک کہ دوسرے فریق کی رضامندی نہ ہو۔

## شک، وسوسہ یا طلاق کے الفاظ کے علاوہ کسی اور لفظ سے طلاق کا حکم

سوال: میں ایک مرتبہ ثواب کی نیت سے زبانی سورۂ اخلاص پڑھ رہا تھا، جب ”کفواً“ تک پہنچا تو بیوی کو طلاق دینے کی نیت آگئی کہ میں اس کے بعد ہی لفظِ ”احد“ سے طلاق دے رہا ہوں۔ اسی طرح میں نے تین چار مرتبہ پڑھا۔ پہلی مرتبہ پڑھنے کے وقت نیت غیر اختیاری تھی اورمیں ”کفواً“ کہہ کر دو تین سیکنڈ ٹھہرگیا، اس کے بعد ”احد“ کہا۔اب جب بھی میں سورۂ اخلاص پڑھتاہوں تو ”کفوا“ پر پہنچ کر یہ نیت ذہن میں حاضر ہوجاتی ہے کہ بعد والے لفظ سے میں اپنی بیوی کو طلاق دے رہاہوں۔

نوٹ: واضح رہے کہ مجھے شک وشبہ اوروسوسہ کی بیماری ہے، یہاں تک کہ بیوی سے بات کرنے میں غیر اختیاری طور پر طلاق کی نیت آجاتی ہے۔

جواب: واضح رہے کہ بیوی پر طلاق واقع ہونے کے لیے طلاق کے الفاظ کا ہونا ضروری ہے، زبان سے اگر طلاق کے الفاظ نہ کہے اور محض دل میں خیال یا وسوسہ آجائے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، نیز کسی بھی لفظ سے طلاق کی نیت کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ لفظِ طلاق کی صلاحیت رکھتا ہو اوراس میں طلاق کا احتمال موجود ہو۔ ایسا لفظ جو طلاق کا احتمال نہیں رکھتا، اس سے اگر طلاق دینے کی نیت کی بھی توکوئی طلاق واقع نہیں ہوتی اور جب ایسے الفاظ میں نیت کا اعتبار ہی نہیں تو قصداً نیت کے اقرارسے بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں آپ کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی ہے،نکاح بدستور قائم ہے، آپ وسوسہ اورشک کی طرف دھیان نہ دیں، نیز اللہ کا ذکر اورخصوصًا کلمہ طیبہ بکثرت پڑھنے کا اہتمام کریں۔

# پرہیز اور پرہیزگاری

حکیم شمیم احمد

امراض و احتیاط کے عنوان سے میں نے جو مضامین لکھے ان سب میں یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ امراض لاحق ہونے سے پہلے ہی احتیاطی تدابیر اختیار کرلی جائے، تاکہ مرض جڑ پکڑنے سے پہلے ہی اس کا ازالہ کیاجائے۔ حفظانِ صحت کے اصول، قوانین اور ضابطوں پر عمل کر کے انسان صحت مند زندگی گزار سکتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے، لیکن انسان سے زندگی میں جان بوجھ کر یا سہواً کچھ نہ کچھ کوتاہیاں، لغزشیں اور غفلتیں ہوجاتی ہیں، جن کی پاداش میں اللہ کی طرف سے پکڑ آتی ہے، پھر انسان جسمانی اور روحانی اذیتوں،کرب اور بے چینی میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اس کا اس طرف دھیان بھی نہیں جاتا کہ اس کی ذات سے کسی کی حق تلفی ہوئی ہے یا کسی کا مال غضب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام میں کہیں غفلت اور کوتاہی تو نہیں ہورہی،کہیں اپنی صلاحیتوں اور دولت کی فراوانی پر نازاں تو نہیں ہورہے، کسی کو حقیر سمجھ کر دھتکارا تو نہیں جارہا، کسب معاش میں حلال حرام کی تمیز نہ رکھی گئی ہو۔ اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ رشوت، سود خوری اور حرام کمائی سے گھر اُجڑ جاتے ہیں۔ لوگ بےآسرا اور دوسروں کے دست نگر ہو جاتے ہیں اور کئی مراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حسبِ معمول ایک صبح مدرسہ تشریف لے گئے۔ وہاں ذہنی صلاحیتیں اچانک ماند پڑگئیں۔ کسی کام میں طبیعت نہیں لگ رہی تھی۔ سوچنے لگے آج نہ جانے کسی کی حق تلفی ہوئی ہے کہ ذہن بالکل ماؤف ہو گیا ہے۔ اچانک خیال آیا اہلیہ نے پڑوس میں جاتے وقت تاکید کی تھی کہ مرغیوں کو ڈربے سے نکال کر دانہ دے کر مدرسہ جایئے گا اور وہ مرغیوں کو دانہ ڈالنا بھول گئے، چناں چہ حضرت واپس گھر تشریف لائے۔ مرغیوں کو ڈربےسے نکالا اور جب دانہ ڈال کر مدرسہ پہنچے تو ذہن بخوبی کام کرنے لگا۔ ایک طالب علم نے حضرت سے شکایت کی کہ”مولوی صاحب! مجھے سبق یاد نہیں ہورہا۔“ آپ نے فرمایا: ”بیٹا! گناہ چھوڑدو سبق یاد ہونے لگے گا۔“

سفرِ معراج کے موقع پر نبیﷺ ایک قوم پر سے گزرے جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے۔ کچلے جانے کے بعد وہ پھر اپنی حالت پرآجاتے تھے۔ یہ سلسلہ برابر جاری تھا۔ آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:”یہ کون لوگ ہیں ؟“انھوں نے جواب دیا: ”جو فرض نمازوں سے روگردانی کرتے ہیں، ان پر یہ عذاب مسلط کیاگیا ہے“(ماخوذ کتاب ہادیٔ اعظم)

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں فرمایا:

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ(السجدہ:21)

ترجمہ:اور ضرور ہم انھیں بڑے عذاب سے پہلے قریب کا عذاب چکھائیں گے (جسے دیکھنے والا کہے) امید ہے کہ یہ لوگ باز آجائیں گے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ(النحل:112)

ترجمہ:اور اللہ ایک ایسی بستی کی مثال بیان فرماتا ہے، جہاں ہر طرح کا امن چین تھا۔ اس کی روزی با فراغت ہر جگہ سے چلی آتی تھی، پھر اللہ کے احسانوں کی ناشکری کی، پھر اللہ نے ان کے برے کاموں کے سبب سے جو وہ کیا کرتے تھے،یہ مزہ چکھایا کہ ان پر فاقہ اور خوف چھا گیا۔

آج جسے دیکھو یہی کہتا نظر آتا ہے کوئی کام نہیں ہو رہا، جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہوں نقصان ہوجاتا ہے۔ روزی میں برکت نہیں ہے۔ بچے بیمار رہتے ہیں۔ ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی بھاری بھرکم فیسیں دوں یا بچوں کا پیٹ پالوں۔ مکان کا کرایہ کہاں سے دوں، بچوں کی شادیاں کیسے کروں۔ ہر قدم پر رکاوٹ ہی رکاوٹ ہے۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

”اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو، میں تمہارے رزق میں کشادگی کی راہیں نکالوں گا۔ تمہیں وہاں سے رزق عطا کروں گا، جہاں تمہارے وہم و گمان میں نہیں ہے۔“

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار سے اپنے بندوں سے فرمایا:فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (التغابن)

اتنا تو تقویٰ اختیار کرو جتنی تمہارے اندر طاقت ہے۔ تقویٰ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ تمہیں پستیوں سے عزت کی بلندیوں پر پہنچا دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:ایمان والو اور متقیوں کے لیے بشارتیں ہی بشارتیں اور خوش خبریاں ہیں۔(یونس:63-64)

ارشاد ربانی ہے:اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(بقیہ ص 18 پر)



# کچن اکیڈمی

آسیہ عمران

سب کو کھانے پر اصرار کرتی وہ خاتون علم و دانش کا سمندر ہوں گی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ یہ ایک درس کی دعوت تھی۔ خاتونِ خانہ سے ملاقات درس کے بعد ہوئی۔ چند منٹ کی گفتگو گویا لعل و جواہر سے بھرپور تھی۔ پوچھا تعلیم کہاں سے حاصل کی؟مسکراتے ہوئے بولیں:”کچن اکیڈمی سے“

یہ ادارہ کہاں ہے؟

ان کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوگئی۔

جواب تھا۔”ہر گھر میں موجود ہے۔“

میں سمجھ نہیں پا رہی تھی۔اشتیاق بھرے انداز پر جیسے انھیں پیار آیا۔میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے بولیں:”کہانی لمبی ہے اور آپ کو جانے کی جلدی،کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں؟“

”اگرآپ کی کوئی مصروفیت نہیں تو آج ہی، اس وقت آپ کے جواب سے زیادہ کچھ قیمتی نہیں۔لمحوں میں معمولات کی ترتیب بدل ڈالی تھی۔“

ایک لمبا سانس لیا اور بتانا شروع ہوئیں:میٹرک کے بعد ہی میری شادی ہوگئی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول اور کچھ خاص کرنے کے سارے ارادے ٹوٹ سے گئے تھے۔

چند سالوں میں اوپر تلے کے چار بچے، گھر، شوہر، بڑا خاندان ہی ایک مکمل گھیرے رکھنے والی دنیا تھی۔ کچھ ہی عرصے میں عجیب چڑچڑا پن طبیعت میں در آیا۔

اندر ایک بے چینی سی تھی، جن کاموں میں مصروف تھی، یہ سب ضروری تھا، لیکن اندر خالی پن تھاکچھ ایسا تھا جو مجھے کرنا چاہیے تھا اورمیں نہیں کر پا رہی تھی۔ گھر میں خواتین کے موبائل فون رکھنے کا نہ رواج تھا نہ حالات اجازت دیتے تھے۔ میکے میں ابا کی لائبریری واحد ذریعہ تھی، جو میری بے چینی سمیٹ سکتی تھی۔ معمولات میں مطالعے کے لیے وقت ہی نہیں تھا، لیکن کچھ تو کرنا ہے طے کر لیا تھا کہ اس کیفیت کے ساتھ رہنا ناممکن تھا۔

مستقل سوچنے سے ایک دھندلی سی راہ بنی، مشکل تھی، لیکن راستہ تو نکالنا تھا۔

اگلے ہی دن ساس امی سے کہا:”آیندہ کے لیے کچن صرف میں سنبھالوں گی۔“وہ حیران ہوئیں۔کہا:”سوچ لو!بچوں کے ساتھ یہ سب آسان نہیں ہوگا۔“

دراصل میں ایک ہی ذمہ داری مستقل لے کر اسے نبھاناچاہ رہی تھی۔ نندیں، دیورانیاں حیرانی کے ساتھ خوش بھی ہو گئیں۔

اب مجھے اپنے لحاظ سے چیزوں کو ترتیب دینا تھا۔ کچن کے سامنے کی جگہ بچوں کی دل چسپی کی چیزیں اکٹھی کر دیں۔ ایسا کیا طریقہ ہو کہ سالن کم سے کم وقت میں بنایا جاسکے۔ ایک سہیلی سے مشورے پر قیمتی نکات ہاتھ آئے۔ کچھ امی اور ساسو ماں کے تجربوں نے سکھایا۔

سیٹنگ کے بعد کی حیرت بجا تھی کہ سالن بنانا تو صرف آدھے گھنٹے کا کام تھا۔ ایک اور احساس بھی ہوا گھر کا یہ گوشہ پُر سکون، سوچ و بچار اور دل کا غبار نکالنے کی مناسب ترین جگہ تھا۔ ابا کو فون کیا کہ کچھ کتابیں بجھوا دیں۔ انھوں نے دو کتابیں مختصر بخاری شریف اور خطبات دوسرے ہی دن بھائی کے ہاتھ بھیجوا دیں۔

اللہ کا نام لے کر دونوں کتابیں پڑھنا شروع کر دیں۔

”کچن میں پڑھنا کیسے شروع کیا؟“میری حیرت بجا تھی۔

کہنے لگیں:”سامنے کتاب کھول کر رکھ لیتی۔ ایک دو لائنیں پڑھ کر سبزی کی کٹائی کے دوران جملے دہراتی رہتی اور انھی پر غور کرتی سوچتی، ہاتھ کام میں اور نگاہ اور سوچ کتاب پر مرتکز ہوتی، شروع میں سالن اور روٹیاں بھی جل جاتیں، پڑھنے کی رفتار بھی بہت آہستہ تھی، کچھ گھر والوں سے جھجھک بھی تھی۔ بخاری شریف کی دس احادیث اور خطبات کے دو اسباق پڑھنے میں پورا مہینہ لگا۔

کتابوں کی حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی۔

اس مختصر اور پر مشقّت مطالعے سے کیا اخذ کیا؟ بتا نہیں سکتی! اتنا سمجھیں کہ عمل کی راہیں کھلیں اور سوچوں کو بنیاد مل گئی تھی۔

اس دوران گھر والے بھی متجسس ہوئے کہ یہ کیا پڑھتی ہے؟ باتیں بھی بہت ہوئیں، منفی جملے بھی سنے، وقتی طور پر دل بھی دُکھتا، لیکن اس سفر کو جاری رکھنا ہے، میں فیصلہ کر چکی تھی۔ کچھ سیکھنے کی طلب مزید بڑھ گئی تھی۔

اپنی طبیعت میں مثبت تبدیلی یہ آئی کہ خوش مزاجی رخصت ہوتے ہوتے لوٹ آئی۔ بچوں کو ہر تھوڑی دیر بعد کچھ کھلا پلا دیتی، وہ کھیلتے کودتے چھلانگیں لگاتے کبھی ورق پھاڑ دیتے۔

بچاؤ کے اقدام میں پرانی کاپیاں پینسل کلرز قریب رکھ دیے، حملوں میں کچھ افاقہ ہوا۔ اب کسی بھی جگہ ہوتی کتاب ہاتھ میں اور بچے ارد گرد ہوتے۔

اگلی بار ابا کی لائبریری سے کلیات اقبال اور دعاؤں کی کتاب اٹھا لائی۔ اب میری پلاننگ میں مزید بہتری آئی۔ جب مکمل توجہ کھانے کی طرف یا کسی بھی کام کی طرف ہوتی۔ آیت، دعا، شعر، کسی لفظ کا ترجمہ زیرِ لب دہراتی رہتی، جو جملہ دعا یا آیت یاد ہوجاتی، اس کو نشان زد کر دیتی۔پیراگراف پڑھ کر جو سمجھ آتا کتاب پر ہی ایک جملے میں نوٹس لکھ دیتی۔ یہ نوٹس کے نشانات روز ہی میرا حوصلہ بڑھاتے۔

ڈیڑھ سال یہی معمول گرتے پڑتے جاری رہا۔ دو بچے اسکول داخل ہوگئے۔ اب کچھ مرحلے آسان ہوئے تھے تو نئے مراحل درپیش تھے۔ بچوں کو ٹیوشن کے بجائے خود پڑھانا شروع کیا۔ یہ سیکھنے کا ایک اور مرحلہ تھا۔

ایک سہیلی نے مشورہ دیا مطالعے کا وقت نہیں نکل پا رہا تو موبائل لے لو، آڈیو کتابیں اور لیکچر سنا کرو۔ اس سے آسانی ہو جائے گی۔ میں نے مطالعہ کا نشہ پورا کرنے کے لیے موبائل لے لیا۔ موبائل لینا اس سفر کا انقلابی قدم تھا۔ علمائے کرام اورمختلف اساتذہ اب میری دسترس میں تھے، میری خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ ایک سہیلی نے ایک عالم کا رابطہ نمبر بھی دے دیا۔ اب ایک ایک لیکچر کئی بار سنتی جو سوال اٹھتے استادِ محترم کو میسیج کر دیتی، اب باتیں سمجھ آنے لگی تھیں۔انھی دنوں کسی لیکچر میں امام غزالیؒ کی تحصیلِ علم کا ایک واقعہ سنا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

تحصیلِ علم کی جستجو کا اشتراک ان سے خاص نسبت کا سبب بنا۔ ذخیرۂ الفاظ میں دن بدن اضافہ ہونے لگا۔

ان مصروفیات میں کچن ایک اکیڈمی بن گیا تھا، اس کی گرمی مجھے گرمی محسوس نہ ہوتی۔ کھانے میں مہارت کے ساتھ اللہ نے خاص ذائقہ بھی ڈال دیا۔ زیادہ پکانا اب میرے لیے کوئی مسئلہ نہ تھاکہ کان سنتے آنکھیں کھانے پر اور دل جذب کرنے میں مگن ہوتا۔ ہر دن نئی تازگی اور سر شاری لیے آتا۔

اس دن تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کلاس وَن میں پڑھنے والے بچے کی کلاس ٹیچر نے بلا کر کہا۔ آپ کا بچہ اردو زبان میں ذخیرۂ الفاظ کے لحاظ سے باقی بچوں سے بہت آگے ہے اور دینی معلومات بھی، یقیناً آپ بہت محنت کرتی ہوں گی۔ اب اس کی انگلش پر بھی ایسی ہی توجہ دیں۔

میں تو ایسی کوئی خاص توجہ نہیں دے رہی تھی ۔غور کرنے پر معاملہ سمجھ آیا، جو لیکچر میں سنتی تھی۔ مجھ سے کہیں زیادہ بچوں پر اثر ڈال رہے تھے۔ ان کے ذہن کی شفّاف تختی پر گہرے نقوش بن رہے تھے۔ جذبے کچھ اور بڑھ گئے۔

ایک اور خوش گوار تبدیلی پر تو میں سجدے میں جا گری۔ساس امی بھی اپنا پیڑھا وہیں لے آئیں۔ نہ صرف کھانا بنانے بلکہ بچوں کو سنبھالنے میں بھی غیر محسوس معاونت حاصل ہوگئی۔اس سے اگلے ہفتے ایک چھوٹا سا اسپیکر آگیا، اب آواز زیادہ واضح ہوتی۔

ساس امی درمیان میں سوال کیا کرتیں۔ میری توجہ لیکچر پر مزید بڑھ گئی۔ ان کو آسان زبان میں سمجھانے سے بولنے کی مہارت بھی نکھرنے لگی۔ اس سال کا حاصل گزشتہ

سے کہیں زیادہ تھا۔ ایک دن میاں نے انٹر کے داخلہ فارم کی صورت میں سرپرائز دیا۔ اللہ میری استطاعت سے بڑھ کر مجھے نواز رہا تھا۔

اب ایک نیا مرحلہ تھا۔ لیکچر اور مطالعے دونوں کے نوٹس لکھنے کی طرف ایک سہیلی نے توجہ دلائی، لہٰذا نوٹس لینے بھی شروع کر دیے۔ پیپرز کی تیاری کے دوران انگلش اور عربی زبان میں کمی کا احساس ہوا تو اس سے اگلا سال ان دو زبانوں کے سیکھنے کا تھا۔ انھی زبانوں میں سننا ،لکھنا،پڑھنا اوڑھنا بچھونا بن گیا۔ اب ترجمہ قرآن، احادیث، لیکچر سب انھی زبانوں میں سنتی اور بچوں سے ٹوٹی پھوٹی زبان میں بات شروع کر دی۔ سورۂ بقرہ انگلش ترجمہ کے ساتھ سو سے زائد بار سنی، ایک لیکچر پچاس پچاس بار سنتی حافظہ کم زور تھا، چھ ماہ بعد دونوں زبانیں کچھ کچھ سمجھ آنے لگیں۔ ان زبانوں میں لیکچرز کے ساتھ انبیا علیہم السلام کی کہانیاں، تاریخی واقعات، بچوں کی کہانیاں سبھی کچھ بار بار سنتی۔ انگلش گرائمر عثمانیہ یونیورسٹی سے سیکھی۔

چار سالوں کا جائزہ لیا تو خود بھی حیران رہ گئی۔ معلومات، فہمِ قرآن ،زبان دانی میں زبردست اضافہ تو ہوا ہی تھا۔شخصیت میں ٹھہراؤ ،وقار اور اثر اندازی پیدا ہو گئی تھی۔ سبھی سے بات کرنے کے لیے اب میرے پاس بہت کچھ تھا۔ ہر ہر انداز میں گویا نکھار آیا تھا، پھر جیسے اللہ نے زبان کی گرہ کھول دی، پڑھنا لکھنا سمجھنا آسان کر دیا۔آپ بیتیاں، سفر نامے، ناول، افسانے سبھی کچھ پڑھا، پھرلٹریچر، حالاتِ حاضرہ، کمپیوٹر، تاریخ، فلسفہ،منطق، جغرافیہ، علومِ عمرانی، سیاست، معیشت سب کچھ پڑھتی چلی گئی۔ کچن اکیڈمی کا یہ سفر انقلابی سفر تھا۔

انٹر، بی اے، ایم اے اور اب ایم فل میں داخلہ لے چکی ہوں۔ بچے بھی اب بڑے اور ذمہ دار ہو گئے ہیں۔ گھر الگ ہو گیا ہے، ساس سسر میرے ساتھ ہی ہیں۔ گھر کا پورا ماحول علم و ادب، مکالمہ، مباحثہ کے گرد گھومتا ہے۔ محلے کے بچوں کے لیے ہفتہ وار تربیتی کلاس رکھی ہے۔ ان بچوں کی ماؤں کا کہنا ہے۔ اسکول ہفتہ بھر اتنا نہیں سکھا پاتا جتنا آپ ایک دن میں سکھا دیتی ہیں۔ اجتماعیت سے جڑنے کے بعد تو نہ پوچھیں۔ لگتا ہے ، جیسے جذبوں کو پَر لگ گئے ہوں۔

”اب کچن اکیڈمی کا کیا ہوا؟“

مسکراتے ہوئے بولیں: ہونا کیا تھا اس نے پورا گھر ہائی جیک کر لیا ہے۔ سوال و جواب میں گھنٹا گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔واپسی کے سفر میں سوچ رہی تھی ۔ عورتوں میں معروف سب سے بڑا بولا جانے والاجملہ

”وقت نہیں“ ایک بہانہ ہے۔ اسی طرح ”ذرائع اور وسائل نہیں“کچھ نہ کرنے والوں کے لیے ڈھال ہے۔

اب میرے بھی اپنے گھر میں کچن اکیڈمی کی تعمیر زیرِ غور ہے۔ سوچا آپ کو بھی بتا دوں۔

بقیہ

# پرہیز اور پرہیزگاری

ترجمہ:جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے، اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بشارت ہے۔ اللہ کی باتوں میں تبدیلی نہیں، یہی بڑی کام یابی ہے۔

سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام نے ابتلا اور مشکلات سے گزرنے کے بعد کیا بات کہی۔

ارشاد ربانی ہے: قَالُوٓا۟ ءَاِنَّكَ لَاَنتَ يُوسُفُ قَالَ اَنَا يُوسُفُ وَهٰذَآ اَخِى قَدْ مَنَّ ٱللّٰهُ عَلَيْنَآ اِنَّهُۥ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ ٱللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ ٱلْمُحْسِنِينَ (یوسف:90)

ترجمہ: کہا گیا تو ہی یوسف ہے، کہا میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، اللہ نے ہم پر احسان کیا، بے شک جو ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ بھی نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ ٱلْقُرٰٓى ءَامَنُوا۟ وَٱتَّقَوْا۟ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكٰتٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْاَرْضِ وَلٰكِن كَذَّبُوا۟ فَاَخَذْنٰهُم بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ (الاعراف:96)

ترجمہ:اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لانے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمانوں اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انھوں نے تکذیب کی ، سو ہم نے ان کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔ ایک اور جگہ اللہ رب العزت نے انسان کو مخاطب کرکے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا ٱلْاِنسٰنُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ ٱلْكَرِيمِ (الانفطار:6)

ترجمہ:اے انسان! تجھے کس چیز نے رب کریم سے دھوکے میں ڈال دیا۔

سماعت میں نے دی، بصارت میں نے دی، کھلایا میں نے، پلایا میں نے، پہنایا میں نے، سلایا میں نے، جگایا میں نے، تجھ کو مکمل وجود بخشا تو نے ان اعضا کو میری ہی نافرمانی میں استعمال کیا۔ میں نے گفتار کے لیے تمہیں زبان دی، تم نے اس سے مخلوق کی دل جوئی کرنے کے ڈھارس دینے کے بجائے دل آزاری کی، رشتوں کو توڑا۔ تم جھوٹ سے باز آجاؤ، غیبت نہ کرو، بدنظری نہ کرو، دھوکا دہی کی تجارت نہ کرو، اللہ سے ڈرو، وہ تمہارے خیالوں کو جانتا ہے ، دل کے چھپے ہوئے بھیدوں سے باخبر، لمحہ لمحہ کی خبر رکھتا ہے۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو اللہ رب العزت تمہارے سارے کام آسان بنادیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَن يَتَّقِ ٱللّٰهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق)

حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ”کیمیائے سعادت“میں فرمایا ہے کہ غذاؤں کی لذّت تو بہت اٹھا چکے، ذرا فاقے کا مزا بھی چکھ کر دیکھو۔

حضرت امام ابنِ قیم جوزیؒ فرماتے ہیں:گناہوں کی لذّت بہت اٹھا چکے، ذرا تقویٰ کا مزہ بھی چکھ کر دیکھو۔

آج کا انسان اسٹیٹس بنانے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں مگن ہے۔ اس کو اپنی اصل منزل کا پتا نہیں، کہاں سے آیا ہے اور کہاں جانا ہے۔ وہ اسی دوڑ میں لگا ہوا ہے کہ کہیں سے زیادہ سے زیادہ دولت حاصل ہوجائے۔ دنیا کی ہر آسائش میسر آجائے، مگر ہوش جب آتا ہے جب دنیا والے اس کی قبر پر مٹی ڈال کر جاتے ہیں۔

ہم صبح شام اپنے پیاروں کو دنیا سے رخصت ہوتے دیکھتے ہیں، ان میں بوڑھے بھی ہیں جوان بھی،صحت مند بھی ہیں بیمار بھی، غریب بھی ہیں اور مال دار بھی۔ یہاں ساری زندگی دولت کے لیے گزار دی،کون اپنے ساتھ یہ دولت لے کر گیا ہے۔ اگر اپنی منزل کا صحیح تعین کرلے تو انسان اپنی تمام تر توانائیاں اللہ کو راضی کرنے میں لگا دے، یہی اصل کام یابی ہے۔ رجالُ اللہ کا حال یہ ہے کہ وہ دولت بھی کما رہے ہوتے ہیں، بازاروں میں خرید و فروخت بھی کررہے ہوتے ہیں، اپنی خوشی اور غمی میں اپنی زندگی کا مقصد نہیں بھولتے۔۔۔ ان کا مرنا جینا سب اللہ کے لیے ہوتا ہے۔

چنا ں چہ ہمیشہ آخرت پیشِ نظر رہے۔ اس دنیا میں تھوڑے عرصہ رہنا ہے اور وہاں کھربوں سال رہنا ہے، جب ہم اپنی زندگی کا مقصد آخرت کو بنائیں گے تو ہمارے دل میں اللہ کو راضی کرنے کی فکر ہوگی، جنت کی طلب ہوگی اور اس کو حاصل کرنے کے لیے ہم تقویٰ، پرہیزگاری اختیار کریں گے۔ اللہ رب العزت متقیوں کو فرقان کا نور عطا فرماتے ہیں جس انہیں حق و باطل کی پہچان ہوتی ہے ،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔اور آخری بات اللہ رب العزت نے متقیوں کے لیے بہت سارے انعامات رکھے ہیں، تبھی تو کہا جاتا ہے: وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ آخر انجام تو متقیوں کا ہے۔

# انسانی رویہ

## منفی و مثبت اثرات

ام نسیبہ

دیارِ غیر کی ایک مشہور قلمکار کا قول ہے:اس جہاں میں کچھ ایسا نہیں جو لفظوں سے زیادہ طاقتور ہو۔بعض اوقات میں ایک لفظ لکھتی ہوں اور اسے تکتے رہتی ہوں یہاں تک کہ وہ چمکنے لگتا ہے۔

ایک انسان کی زندگی پر کہے گئے الفاظ اور رویے بھرپور طریقے سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ رویے کا تعلق دراصل انسانی نفسیات سے ہے۔ انسان جو شعوری اور لاشعوری طور پر سوچتا ہے، سمجھتا ہے پھر اسی کے مطابق کہتا اور عمل کرتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ ہمارے کہنے، سننے اور برتنے کا انداز رویہ کہلاتا ہے۔

رویہ، مزاج انسانیت شخصیت کا آئینہ ہے۔ جس میں اصل چہرہ نظر آتا ہے۔ شخصیت کا ادراک ہوتا ہے۔ دیکھا جائے تو آج کل چھوٹی چھوٹی باتوں پر قریبی رشتے دست و گریباں ہو جاتے ہیں، گردنیں سرتن سے جدا ہو جاتی ہیں۔ عام سے اختلاف رائے پر موت کے گھاٹ تک اتار دیا جاتا ہے۔ زندگی بھر ایک دوسرے کی شکل نہ دیکھنے کی قسمیں کھا لی جاتی ہیں۔ ذرا سی دل کو ٹھیس پہنچی اور عبرتناک سبق سکھانے کے درپہ ہوگئے۔ دلوں میں تنگیاں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ خون کے رشتے اور صدیوں سے بنی رشتہ داریاں نام نہاد رویوں کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ یہ سب کیا ہے یہ مزاج ہے لوگوں کا، یہ رویہ ہے لوگوں کا۔گالیاں،طنز و تشنیع اور حد ادب سے گری ہوئی گفتگو، فحاشی و عریانی کی نحوست سے بھرپور جملے،طعن و تشنیع میں لتھڑے قول،یہ سب رویوں کی مختلف کیفیتیں ہیں۔اسی وجہ سے آج ہر شخص پریشان ہے۔چند دہائیاں قبل جہاں پڑوسی اور احباب ایک گھر کی مانند تھے وہیں باپ کی بیٹے سے اور بیٹے کی باپ سے توقعات ختم ہوگئی ہیں، بہنیں آپس میں لاتعلق ہوگئی ہیں۔رشتوں کا تقدس ناپید ہوگیا ہے۔ہمدردی، رواداری کی کلیاں سوکھ گئی ہیں۔عجیب و غریب حالات ہیں۔

اسی فکر میں غنچے زرد ہوئے۔۔۔
اسی سوچ میں کلیاں سوکھ گئیں
آئینِ گلستاں کیا ہوگا
دستورِ بہاراں کیا ہوگا۔۔؟؟

رویے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ بہترین انداز گفتگو اور خوش اخلاقی سے سامنے والے کے دل و دماغ میں خوبصورت یاد بن کر نقش ہو جائیں اور دوسرا اس کے برعکس یعنی ہم دوسروں کی سوچوں میں تلخ تاثر چھوڑ جائیں۔یہ اٹل حقیقت ہے کہ انسانی مزاج پر رویوں کا بہت عمل دخل ہے۔

بعثتِ مصطفیٰ ﷺ کے اہم مقاصد میں سے ایک اہم مقصد مکارم اخلاق کی تعلیم و تکمیل بھی ہے جس کا اہم حصہ زبان کی حفاظت ہے۔انسانی رویے پر مثبت و منفی اثرات کا تعلق زبان سے ہے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے حبیبِ خدا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں”جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان چیز (زبان) اور دو ٹانگوں کے درمیان چیز (شرم گاہ) کی ضمانت دے،میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں“ (بخاری شریف)۔

پہلی وحی کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ کے سامنے غار حرا کا سارا واقعہ گوش گزار کیا حضرت خدیجہ نے کہا:

كلا و الله ما يخزيك الله ابدا انك لتصل الرحم و تحمل الكل و تكسب المعدوم و تقري الضيف و تعين على نوائب الحق

”ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی غمگیں نہیں کرے گا آپ رشتے داروں سے میل جول رکھتے ہیں کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ناداروں کی مدد کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں راہ حق میں پیش آنے والی مشکلات میں مدد کرتے ہیں۔“

ام المومنین کے یہ پانچ جملے اعلان نبوت سے قبل نبی کریم ﷺ کے سماجی روابط کی جہات کا تذکرہ ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی غار حرا کی عبادتوں،ریاضتوں اور مشاہدوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ آپ کے ان رویوں اور اخلاق کا ہی ذکر خیر کیا جن پر آپ نے اپنے سماجی معاملات کی بنیاد رکھی تھی۔

الفاظ کے چناؤ اور نرم اندازِ بیان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جیسے ظالم کے دربار میں جانے سے پہلے حکم دیا:

فَقُولَا لَهُۥ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى

”تو تم اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے۔“

1966ء کی بات ہے سی آئی اے کے سابق اہلکار کلیو بیکسٹر نے ایک تجربہ کرنے کا تہیہ کیا۔ بیکسٹر نے ایک بڑے سے کمرے میں کین پام کے چند پودے رکھوائے۔ تین افراد کو ٹاسک دیا گیا کہ وہ ایک مخصوص گملے والے پودے کے سوا باقی پودوں کو گالیاں دیں۔ ان کے پتے نوچیں یا ان کو توڑ دیں۔ بیکسٹر نے بچ جانے والے پودے کے ساتھ ایک پولی گرافک ٹیسٹ والی مشین منسلک کر دی۔ پودے کے سامنے سے تمام افراد کو گزارا گیا۔ گالیاں دینے والا اور پتے نوچنے والا گزرا تو مشین کی سکرین پر نمودار لہر بے ترتیب ہو گئی۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ پودے نے ان لوگوں کو اپنے ساتھی پودوں پر ظلم کرتے دیکھا اور اب وہ انہیں پہچان گیا ہے۔ آخر میں وہ شخص سامنے آیا جس نے پودوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا۔ اس کو دیکھ کر پودے میں حیرت انگیز تبدیلی آئی۔ مشین کی لہریں تیز تیز حرکت کرنے لگیں، مشین سے آوازیں آنے لگیں۔ نباتات کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ رویوں کو پہچان لیتے ہیں اور اس کا اثر محسوس کرتے ہیں تو اندازہ لگایئے کہ ایک انسانی دل کس شدت کے ساتھ منفی و مثبت اثرات کو قبول کرتا ہوگا۔

ہماری گفتگو ہماری شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ کسی شخص کے مزاج و اطوار کو جانچنے کا پہلا اور فوری طریقہ کار اس کے اندازِ گفتگو کا تاثر ہے۔ کشادہ دل اور محبت آمیز رویہ رکھنے والا انسان ایسے معصوم اور ناسمجھ بچے کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے جو ابھی الفاظ کے مطلب و مفہوم سے بھی ناآشنا ہوتا ہے، جبکہ بات بات پر تلخ ہو جانے اور طنز و تحقیر آمیز رویہ اپنانے والے انسان سے ہر ایک دور ہو جاتا ہے۔ محبت و نرم خوئی سے انسان تو انسان جانوروں کے دلوں میں بھی اس شخص کی محبت و عقیدت پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا شخص دنیا سے جانے کے بعد میں حسین یاد بن کر متعلقین کے چہروں پر مُسکاتا ہے۔ تبسم اعظمی نے کیا خوب کہا ہے:

سب رویے پہ تیرے ہے موقوف
خار اُگا دے یا گل کھلا مجھ میں

# شکرانے کے آنسو

قرأت گلستان

بند مٹھی میں سختی سے بھینچا ہوا بند لفافہ لیے وہ تیز تیز قدم اٹھاتے جلد سے جلد گھر پہنچنے کی کوشش کررہی تھی، لیکن سوچیں جیسے ایک کے بعد ایک دھاوا بول رہی تھیں۔

”بس جانی سوچ لے، سمجھ لے اور اپنے دل کو بھی اچھے سے سمجھالے کہ تجھے زندگی گزارنی ہے، فقط جینا نہیں ہے۔“تیزرو لہروں کی طرح ذہن میں اُمڈتی سوچوں پر اس نے خود ہی بند باندھنے کی کوشش کی۔ وہ کوئی اور ہی عورتیں ہوتی ہیں، جو گھر کی ملکہ اور شوہر کے دل پر حکمرانی کرتی ہیں۔ اقرا نے تلخی سے سوچا۔

”پر عدنان نے تجھے چاہنے میں کوئی کمی تو نہیں رکھی۔“ضمیر نے جھٹ سے اُس کے شوہر کا دفاع کیا۔

”کمی تو اُس میں خود میں ہے، اب ٹوٹ کر بھی چاہے تو ایسی چاہت کس کام کی۔“اقرانے غصے میں زیرِ لب اپنے آپ سے کہا۔

”بھائی! ٹماٹر کیسے دیے ہیں؟“ گلی کے نکڑ پر کھڑے سبزی والے سے اس نے پوچھا اور افسردہ کردینے والی سوچوں کو جھٹک کر سوچنے لگی کہ گھر میں اور کس چیز کی ضرورت ہے۔

”پچاس کے کلو“

”ایک کلو دے دیں۔“ٹماٹر لے کراگلا قدم راشن والے کی طرف بڑھاؤ بی بی! یہ کہتے ہوئے وہ دکان کی طرف بڑھ گئی۔

❖

وعلیکم السلام کیا بات ہے، آج کافی دیر ہوگئی۔ عدنان نے دروازہ بند کرتے ہوئے اس کے سلام کا جواب دے کر فکر مندی سے پوچھا۔

”یہ سب“ اقرا نے ہاتھ میں پکڑی تھیلیوں کی طرف اشارہ کیااور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

”میں نے قیمہ بھون لیا ہے اور چاول بھی پکا لیے ہیں۔ بچوں کو کھانا کھلا کر سلادیا۔ تم جلدی سے تازہ دم ہوجاؤ تو کھانا کھائیں، مجھے بھی زبردست قسم کی بھوک لگی ہے۔“عدنان نے اسے مسکراکر دیکھتے ہوئے کہا، وہ بے رخی سے پلٹ گئی۔

”مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے ہونا چاہیے۔“ عدنان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”حالات نے مسکرانے جیسا نہیں چھوڑا۔ خیر آپ دستر خوان لگائیں میں ابھی آئی۔“اقرا برقع اتارنے لگی۔ دو چار نوالے زبردستی زہر مار کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ برقع پہنا ایک نظر گھڑی دیکھی اور دروازے تک پہنچ گئی۔

”اللہ حافظ“عدنان کھانا چھوڑ کر دروازے تک آیا تھا۔ اقرا کو دو گلی چھوڑ کر ذرا آگے تک جانا تھا۔

❖

صبح سے شام اور شام سے رات تک اقرا دس گھروں میں قرآن پاک پڑھانے جاتی تھی، تب کہیں جا کر ماہانہ دس ہزار کمائی تھی۔

ایک ہاتھ سے معذور عدنان اور دو چھوٹے بچوں کا ساتھ تھا۔ عدنان پڑھا لکھا نہیں تھا۔ مشینوں کا کام کرتاتھا۔ ایک دن مشین میں آکر سیدھا ہاتھ کٹ گیا تھا، حالات پہلے بھی اچھے نہیں تھے، اس حادثے کے بعد زیادہ خراب ہوگئے۔تب اقرا صرف دوپہر میں جاکر دو گھروں میں قاعدہ پڑھا آتی تھی، عدنان کے حادثے کے بعد وہ دس گھروں میں پڑھانے لگی۔

شروع شروع میں عدنان بہت پریشان ہوا تھا، تب اقرا نے اُسے حوصلہ دیا تھا اور اس کا سہارا بنی تھی، لیکن رفتہ رفتہ وہ تھک گئی اور بے زار رہنے لگی تھی۔ عدنان نے حالات اور اپنی کم زوری سے سمجھوتا کرلیا تھا۔ رات کو چائے کے ہوٹل پر بھی بیٹھنے لگا تھا۔ معمولی رقم عدنان کو ہوٹل سے ملتی اور دس گھروں سے اقرا کو اعزازیہ ملتا۔ زندگی گزررہی تھی، لیکن بھاگم بھاگ والی تھی۔ ان دونوں کے پاس مل بیٹھنے کا تو وقت ہی نہیں تھا۔ بچے بھی ماں باپ کی گھن چکر زندگی کو خاموشی سے دیکھا کرتے۔

❖

دن بھر کی بھاگ دوڑ سے حاصل چند نوٹ وہ گن گن خرچ کرتی تھی۔ رات کو تکیے پر سر رکھا تو ڈھیر سارے شکوے شکایات دل میں در آئے۔ اسے اپنی ماں سے بھی شکوہ تھا، جس نے میٹرک کرواکر گھر بٹھا دیا تھا، اگر کالج بھیجتی چار جماعتیں اور پڑھ لیتی تو آج کسی اسکول میں کام کر کے زیادہ کما سکتی تھی۔ اسے باپ سے بھی شکوہ تھا، جس نے اپنے جیسے لوگوں میں ہی جلدی سے رشتہ طے کرلیا تھا جو مسئلے اُس نے باپ کے گھر میں دیکھے تھے، وہی آج بھی اس کے لیے پہاڑ کی طرح تھے۔ اسے بھائیوں سے بھی شکوہ تھا، جو اپنے بیوی بچوں میں ایسے مگن تھے کہ کبھی بھول کر بھی اُسے یاد نہیں کرتے تھے اور سب سے بڑا شکوہ تو اسے اللہ سے تھا، جس نے آسانی کا لفظ اس کی زندگی میں رکھا ہی نہیں تھا۔

”میں نے کون سا بنگلے گاڑی اور عیش و عشرت کا سوال کیا تھا۔ بس آسانی والی زندگی مانگی تھی، نہ جانے وہ کتنی دیر اپنے رب سے شکوہ کرتی رہی، پھر اچانک داخلی دروازے پر آہستہ آہستہ دستک ہونے لگی، تختہ ہوتی کمر کے ساتھ اس نے ایک نظر گھڑی پر دوڑائی جو رات کے دو بجا رہی تھی۔ دونوں بچے آرام سے سو رہے تھے، اُس نے جھٹ سے اٹھ کردروازہ کھول دیا۔

”دو بج رہے ہیں عدنان۔“اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

”آج ہفتے والی رات ہے ناں، دیر تک رش لگا رہتا ہے۔“عدنان نے آہستگی سے کہا۔ اقرابھی دروازہ بند کرکے اس کے پیچھے چلی آئی۔

❖

”باجی آپ کی طرح خوب صورت قرأت کرنے میں مجھے کتنے سال لگیں گے؟“سلمیٰ باجی نے اس سے پوچھا۔

”ابھی کچھ وقت لگے گا باجی! لیکن ان شاء اللہ آپ جلدی پڑھ لیں گی۔“اقرا نے خود سے پچیس تیس سال بڑی اس خاتون کو مسکرا کر جواب دیا جو اس سے تجوید پڑھ رہی تھی۔

اقرا ان کو عمر کی وجہ سے باجی کہا کرتی تھی اور وہ اقرا کو پڑھانے کی وجہ سے۔ سلمیٰ باجی کے لب و لہجے میں اقرا کے لیے ایسی عقیدت اور ادب ہوا



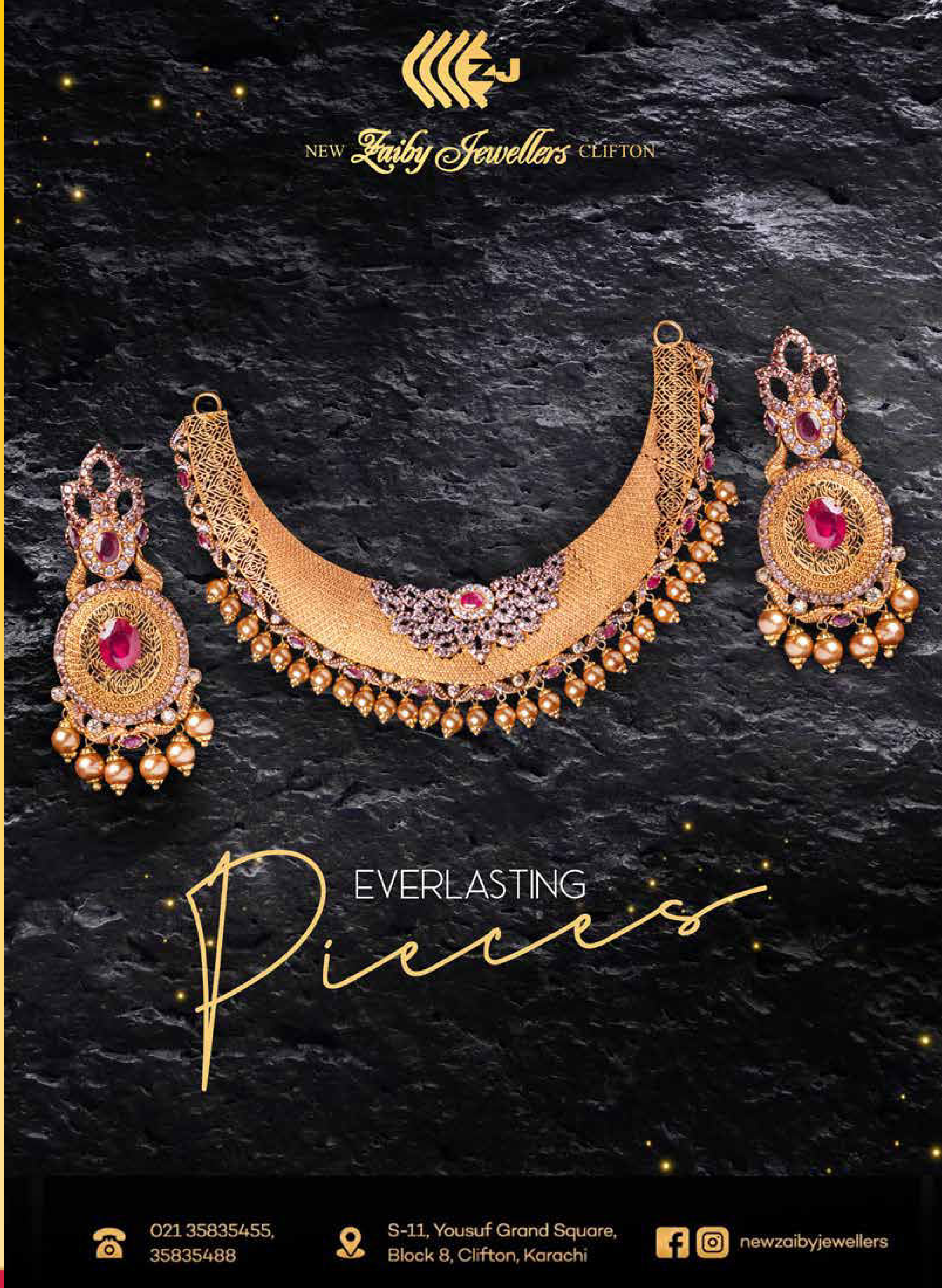

کرتا تھا کہ اقرا اکثر شرمندہ ہوجاتی۔
"باجی! مجھے آپ پر ہمیشہ رشک آتا ہے۔" سلمیٰ باجی نے اقرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"رشک؟ مجھے تو اپنے آپ پر ترس آتا ہے۔" اقرا نے کچھ اس انداز سے کہا کہ سلمیٰ باجی نے بے ساختہ اس کے ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں لے لیے۔
"اللہ نہ کرے باجی کہ آپ خود پر ترس کھائیں۔ آپ کی زندگی قابلِ رشک ہے۔" ان کا جملہ سن کر اقرا کی آنکھوں میں آنسو چمک گئے تھے، وہ مسکرا دی اور آنسوؤں کو بہنے نہ دیا۔
"آپ کو اللہ نے عظیم کام میں لگا رکھا ہے۔ آپ کے پاس جو قرآن پاک پڑھے گا، وہ جب تک پڑھتا رہے گا آپ کو اجر و ثواب ملتا رہے گا۔ اگر وہ کسی کو پڑھائے تو ان سب کا پڑھنا پڑھانا جب تک چلتا رہے گا آپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ ثواب در ثواب کا ایک لمبا سلسلہ ہے۔ یہ صدقۂ جاریہ ہے۔ آپ یقین مانیں گی میں ہرروز دو رکعت صلوٰۃ الحاجات پڑھتی ہوں اور اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ میں بھی تجوید سے قرآن پاک پڑھ لوں تو کچھ لوگوں کو ضرور پڑھاؤں گی اور اپنا وقت اس کام میں لگاؤں گی، تاکہ میں مر بھی جاؤں تو ثواب مجھے ملتا رہے اور جب تک زندہ رہوں بہترین لوگوں میں شمار کی جاؤں۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے ناں کہ "تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود بھی قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔" سلمیٰ باجی نے اس قدر آس و امید سے کہا کہ اقرا گنگ رہ گئی۔
"سوچتی ہوں آپ کی باجی کتنی خوش قسمت ہیں، ان کے پاس کتنی بچیوں نے پڑھا ہوگا۔ آپ اتنے لوگوں کو پڑھا رہی ہیں، اسی طرح کچھ اور بچیاں بھی کئی مدارس میں پڑھا رہی ہوں گی یا آن لائن پڑھا رہی ہوں گی، کتنے لوگوں کے پڑھنے پڑھانے کا اجر ان کے نامۂ اعمال میں درج ہورہا ہوگا۔ ماشاءاللہ! کمانے کے لیے تو اور بہت سے ہنر ہیں، لیکن آپ جیسے لوگ قابلِ رشک ہیں، آپ دعا کریں۔ اللہ مجھے بھی چن لے۔" سلمیٰ باجی نے انتہائی مرعوبیت سے کہا۔
اقرا اثبات میں گردن ہلا کر رہ گئی۔

"اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے مجھے ایسی نیک مصروفیت عطا فرمائی ہے، تیرا کرم ہے تو نے مجھے ایسے کام میں لگا رکھا ہے، جس سے میری دین داری اور دنیاداری عافیت کے ساتھ چل رہی ہے۔ میری باجی کا احسان ہی تو ہے جنھوں نے مجھے فی سبیل اللہ پڑھایا تو آج میں ان کی نیکی کی وجہ سے اپنے شوہر کا ہاتھ بٹا رہی ہوں۔
شوہر کا بھی تو احسان ہے جو گھر کی ذمے داریوں سے مجھے فارغ رکھتا ہے تو میں یہ نیک کام کرپاتی ہوں۔ بھائیوں کی بھی بھلائی ہی ہے کہ کبھی کسی قسم کی آس نہیں بندھائی تو میں اپنے زورِ بازو پر بھروسا کیے ہوئے ہوں۔"
آج وہ یہ سوچ کر ہلکی پھلکی ہورہی تھی۔ "اقرأ بی بی! بات ساری سوچوں کی ہے۔ جیسی سوچوں کو اپنے دماغ میں پھلنے پھولنے دیا جائے، ویسا ہی دل کا حال رہتا ہے۔ مثبت اور شکرانے والی سوچیں دل کو صاف ستھرا اور ہلکا پھلکا رکھتی ہیں۔ منفی سوچیں تھکا دیتی ہیں۔ اُکتاہٹ پیدا کرتی ہیں، سب سے بڑی بات اپنے کریم رب سے دور کرتی ہیں۔" سارا راستہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اور دل ہی دل میں شکر ادا کرتے وہ گھر تک پہنچی تھی۔
آج عدنان کے ہاتھ کی پکی دال اس نے مسکرا کر اطمینان سے کھائی تھی اور برقع پہن کر جانے سے پہلے اس نے مسکرا کر عدنان کا شکریہ بھی ادا کیا تھا۔
آج اقرا مسکرائی تو عدنان کا دل خوش ہوگیا تھا۔

سوچوں کا رُخ بدلا تو جیسے زندگی میں سکون در آیا۔ آج کل وہ مطمئن رہتی تھی۔ پہلے کی طرح مسکراہٹ اکثر اس کے چہرے کا احاطے کیے رہتی۔ عدنان اس کی تبدیلی کی وجہ تو نہیں جانتا تھا، لیکن خوش بہت تھا۔ بچوں کے مزاج اور انداز میں بھی وہ واضح تبدیلی محسوس کررہا تھا جو بھی تھا، اچھا تھا، عدنان دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرتا۔

آج پھر ہفتے کی رات تھی۔ اقرا کو اندازہ تھا کہ عدنان آج بہت دیر سے گھر آئے گا، وہ بچوں کے ساتھ تو کچھ دیر مصروف رہی، پھر بچوں کو سلانے ہی لگی تھی کہ دروازے پر دستک ہونے لگی۔
"خیریت؟ آپ جلدی آگئے؟" اقرا نے عدنان کو دیکھ کر تعجب سے پوچھا، بچے بھی اس کے پیچھے پیچھے دروازے تک چلے آئے تھے۔
"میرا گڈّا۔" عدنان نے اقرا کی بات کا جواب دیے بغیر بیٹے کو گود میں اٹھا کر پیار کرنے لگا۔
"مونگ پھلی کھانی ہے؟"
"مجھے کارن سوپ پینا ہے۔"
"مجھے سوپ بھی پینا ہے اور مونگ پھلی بھی کھانی ہے۔" گڑیا اس کے پاؤں سے لپٹ کر کہہ رہی تھی۔
"مجھے گاجر کا حلوہ کھانا ہے ابو۔" بیٹا باپ کی گود میں چڑھا خود کو شہزادہ سمجھ رہا تھا۔
"اچھا، گرم انڈے تو کوئی نہیں کھائے گا ناں۔" عدنان گڑیا کو اپنے ساتھ لگائے کمرے کی طرف بڑھا۔ اقرا دروازہ بند کرکے ان کے پیچھے ہی چلی آئی۔
"ابو میں کھاؤں گی گرم انڈا۔" گڑیا نے لاڈ سے کہا۔
"جی ٹھیک ہے، آپ سب کھالو، میرا تو روزہ ہے۔" اقرا نے خفگی سے کہا اور عدنان کے ہاتھ سے شاپر لے کر کچن کی طرف چلی گئی۔ بچوں اور عدنان کے قہقہے اس نے مسکرا کر سنے تھے۔

"کپڑوں کی ایک نامی گرامی برانڈ ہے، جس کے شہر میں کئی جگہ آؤٹ لیٹ ہیں۔ وہاں پر کام کرنے والے تین لڑکے اکثر چائے پینے آتے تھے، ان کے یونی فارم دیکھ کر ایک بار میں نے یوں ہی پوچھ لیا تھا کہ کیا کام ہے آپ کا؟ تنخواہ کتنی ہے تو انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر کوئی جاب آئی تو وہ مجھے بتائیں گے۔
پتا ہے اقرا! تنخواہ بھی بہت اچھی دیتے ہیں اور سالانہ شاپنگ کا واؤچر بھی۔ اس برانڈ میں زنانہ، بچکانہ، مردانہ ان سلے، سلے ہوئے، پرفیوم، میک اپ سب کچھ ہے۔ اس عید پر میری بیوی اور بچے برانڈڈ سوٹ پہنیں گے ان شاءاللہ۔ انھوں نے مجھے نوکری پر رکھ لیا ہے۔ آج میں ہوٹل پر نہیں بلکہ انٹرویو دینے گیا تھا۔" عدنان نے اقرا کو تفصیل سے بتایا۔
"تم نے جس طرح میرا ساتھ دیا ہے، اس کے لیے شکریہ کا لفظ بہت چھوٹا ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم میرے گھر کی ملکہ بن کر رہو۔ باہر کی مشقت میرے حصے میں آئے اور گھر تم سنبھالو۔" عدنان شکر گزار انداز میں کہہ رہا تھا۔
اقرا کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو گر رہے تھے۔
"آج بھلے روؤ، مجھے پتا ہے یہ شکرانے کے آنسو ہیں۔" عدنان نے اطمینان سے کہا اور اقرا سوچ رہی تھی کہ وقت کو تو بدلنا ہی ہوتا ہے، بس انسان کی سوچ اور نیت اچھی ہونی چاہیے۔
"اب ان شاء اللہ میں فی سبیل اللہ قرآن پاک پڑھاؤں گی۔ آن لائن پڑھا سکی یا پھر اپنے گھر میں ہی مدرسہ لگالوں گی، لیکن اس کام کو کرتی رہوں گی۔ یااللہ! مجھے دنیا میں بھی بہترین لوگوں میں شامل رکھنا اور کل قیامت کے دن میرا قرآن پاک کی نسبت والوں کے ساتھ حشر فرمانا۔"



چوتھی قسط

ملائکہ سلیم

# مسیحا کی ناانصافی

باذل کو عثمان ڈار نے بلایا اور کہا: "بیٹا! آپ کالج جائیں، جب ضرورت ہوگی میں آپ کو بلوالوں گا۔"
"ایسے کیسے بابا! میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔"
"پلیز بیٹا، جایئے! میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔" ان کی التجا کو دیکھتے ہوئے باذل مان گیا۔
باذل گاڑی لے کر کالج کی طرف نکلا ادھر شافع بائیک لے کر کراچی میں داخل ہوا اور کالج کی طرف چلا۔ شافع نے بلیک کلر کی قمیض اور سفید شلوار پہنی ہوئی تھی، کالج کے دروازے پر بلیک کلر کی کار آکر رُکی اور باذل جس نے مال سے چینج کیا تھا اس نے وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ پہن رکھی تھی، اترا اور کالج میں اندر جانے لگا، اسی لمحے کالج کے دروازے پر بائیک آکر رُکی باذل نے ایک نظر بائیک روکتے شخص پر نظر ڈالی اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔
کالج میں کافی اندر آنے کے بعد شافع نے دیکھا کہ کلاسز کی ٹائمنگ چل رہی ہیں، اس نے گھڑی دیکھی جہاں 02:52 ہورہے تھے۔ 03:00 بجے ان کی کلاسز ختم ہوں گی، یہ سوچ کر وہ کینٹین کی طرف بڑھ گیا۔

چھٹی ہوتے ہی شائزہ، طیبہ، عائشہ، عابش، راحیل، رومیصا اور سمونا کینٹین کی طرف چلیں۔
"ویسے تمہارا یہ معاملہ میں اب تک نہیں سمجھ سکی ہوں، اگر فرض کرو وہ تمہارے بھائی جیسا ہی ہے تو تم کیا کرو گی؟" رومیصا بولی۔
"رومی تم خاموش ہی اچھی لگتی ہو۔ کچھ نہ ہی کہو پلیز!" عاشی اس سے بولی۔
"اوکے، تمہیں اور سمونا کو روکنے ٹوکنے کے علاوہ کچھ آتا بھی نہیں ہے۔" یہ رومی تھی کینٹین میں جاکر وہ بیٹھے ہی تھے کہ رومی چیخی: "تمہارا تصویر والا بھائی۔" شازی دیکھو۔
شائزہ نے اس کی انگلی کی سیدھ میں دیکھا تو واقعی وہاں شافع تھا۔ شائزہ خوشی سے دوڑی، لیکن پھر دل دھڑکا اگر یہ کوئی اور ہے تو ۔۔۔ "ارے شائزہ کیسی ہو؟" شافع اسے دیکھتے ہی اٹھتے ہوئے بولا۔
ایک دم پرفیکٹ! آپ سنائیں کیسے ہیں؟ موم، ڈیڈ سب ٹھیک ہیں اور ٹائیگر نہیں آیا؟ اسے میں نے wish بھی نہیں کیا ہے، وہ ایک ہی سانس میں بولے جارہی تھی، جب شافع نے اسے ٹوکا۔
"جو آیا ہے اسے تو پوچھو، سب ٹھیک ہے گھر میں، شافع نے کچھ ظاہر نہ کرتے ہوئے۔۔۔ اچھا تو ٹائیگر کے برتھ ڈے کی ویڈیوز اور پکچرز دکھاؤ جلدی سے۔" وہ باہر آکر بینچ پر بیٹھے تو شائزہ شروع ہوگئی۔
وہ کیا بولتا، تصویریں اور ویڈیز تو دور کی بات۔۔۔ اس رات اس نے صرف مہمانوں کی وجہ سے چینج کیا تھا اور بہت ہی بددلی سے تیار ہوا تھا۔
"کیا ہوا بھائی؟ کیا سوچ رہے ہیں آپ؟" شائزہ نے اسے تصور کی دنیا سے باہر نکالا۔
"کچھ نہیں، اصل میں میرے موبائل میں نیٹ کا مسئلہ آرہا تھا تو میں نے restore کروایا تو سب چیزیں اڑ گئیں، اب تمہیں کیا دکھاؤں؟ یہ سوچ رہا ہوں۔" شافع نے انتہائی خوب صورتی سے بات کے رُخ کو بدلا۔
"اچھا تو اتنے پریشان کیوں ہورہے ہیں آپ؟" وہ شافع کی شرمندگی دیکھ کر شرمندہ ہوگئی۔
"شازی! تم یہاں ہو؟ میں تمہیں کب سے ڈھونڈ رہی تھی۔" رومیصا اچانک وہاں آگئی۔
"اچھا، کیوں ڈھونڈ رہی تھیں مجھے۔" شائزہ نے اس سے پوچھا۔
"کیوں کہ مجھے تمہارے بھائی کو بتانا تھا کہ تم دو مہینے کیسے stress میں رہی اور۔۔۔ ابھی وہ بول رہی تھی کہ شائزہ نے اسے آنکھیں دکھائیں تو وہ خاموشی سے چلی گئی۔
"کیا ہوا؟ کیا کہہ رہی تھی کہ تم دو مہینے اسٹریس میں رہی۔" شافع نے حیرت سے شائزہ سے کہا۔
"نہیں تو ۔۔۔ایویں کہہ رہی تھی وہ، اصل میں ہم اپریل فول بنارہے تھے تو شاید۔" شائزہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہے۔
"اپریل فول؟" شافع نے حیرت سے کہا۔
"مگر میرے خیال سے آج 24 مئی کا سورج طلوع ہوچکا ہے میڈم! لگتا ہے ابھی تک کومے میں۔۔۔ I mean اسٹریس میں ہو۔" شافع نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ شائزہ کو چاروناچار ساری بات اسے بتانا پڑی۔
شافع سب کچھ خاموشی سے سنتا رہا، پھر بولا: "تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں دو مہینوں سے، خود پر جھیلتی رہی، دیکھو کتنی کم زور ہورہی ہو، وہاں موم تمہارے لیے پریشان ہیں کہ ان کی معصوم بیٹی پر پڑھائی کا بوجھ ہے۔" شافع نے اسے ہنسانے کی ناکام کوشش کی۔
شاید جسے شاویز سمجھ کر میں شاویز سے لڑا وہ بھی باذل ہوگا، اب شاویز کے پاس کس منہ سے جاؤں اور اسے بتاؤں، وہ سوچوں میں گم واپسی کے لیے نکل پڑا۔ وہ سوچوں میں غرق جارہا تھا جب بائیک کے پاس پہنچا اور بائیک اسٹارٹ کرنے لگا تو بائیک اسٹارٹ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی، لاکھ کوشش کے باوجود وہ اسٹارٹ نہیں کرپایا۔ لوگوں سے پوچھتے پوچھتے ایک مکینک کے پاس پہنچا اور بائیک دکھانے لگا، مکینک اچھی طرح چیک کرنے کے بعد بولا: "صاحب! اس کا انجن خراب ہوگیا ہے۔ زیادہ گرم تھا تو شاید آپ نے اسے پانی میں چلایا، ایسی صورت میں بائیک بہت خطرناک ہوجاتی ہے، انجن کے پھٹنے کا خطرہ ہوتا ہے۔"
"تو اب مجھے کب تک انتظار کرنا ہوگا؟" شافع نے اس مکینک سے پوچھا۔
صاحب! اب آپ کو آٹو سے کسی لوکل ٹیکسی سے یا بس سے جانا ہوگا، بائیک یہاں ہے میرا نمبر نوٹ کرلیں اور اپنا بھی دے دیں، کل پرسوں میں آپ کو فون کروں گا، اس نے اسے اچھا مشورہ دیا تھا، ٹیکسی لے کر وہ گھر آگیا۔

باذل چھٹی کے بعد اسمارہ کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے وہ Pics چاہییں۔ "جی بھائی ایک منٹ۔" اس نے پہلے ہی عائشہ کو بلوایا تھا۔
"آپ یہ تصویریں مجھے سینڈ کریں پلیز!!" باذل نے اس سے التجائیہ کہا۔
"Ok، آپ نمبر نوٹ کروائیں۔" عائشہ بولی۔
اس نے وہ تصویریں اسے واٹس ایپ کیں اور واپس آگئی، یہ بات اس نے کسی کو نہیں بتائی۔

شافع گھر آیا تو اس کے ذہن میں ابھی تک شائزہ کی بتائی گئی باتیں تھیں، اب وہ شاویز کا سامنا کرنے میں بہت ہچکچا رہا تھا۔ "کیسے جاؤں؟ کیا کِیا شافع تو نے کیا کِیا؟" اس کے ذہن میں شاویز کی باتیں ہتھوڑے کی طرح برسنے لگیں۔ میری ناکردہ غلطی کی سزا دی آپ نے، کتنی باتیں سنائیں مجھے، کس بات کا غصہ نکالا مجھ پر وہ آہستگی سے چلتا ہوا گھر میں داخل ہوا، گرل کھول کر اندر جھانکا اور لیونگ روم کو خالی پاکر تھوڑا مطمئن ہو کر اندر آیا اور سیڑھیاں چڑھ کر کمرے میں جاکر بیڈ پر لیٹ گیا۔
کافی ٹائم بعد change کرکے وہ نیچے آیا، اب وہ ایک نتیجے پر پہنچا تھا۔ "موم! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" شافع نے اپنی ماں کے پاس آکر کہا۔

جاری ہے

# زندگی بے بندگی شرمندگی

عمارہ فہیم

ہاتھ میں برش اور کلر ٹرے پکڑے وہ کینوس کو دیکھ رہا تھا ،جس پر چہار طرف مختلف رنگوں سے خوب صورت پھول بنائے گئے تھے، درمیان میں بان سے بنی لکڑی کی تپائی بنائی گئی تھی، جس پر ایک کھلی کتاب رکھی تھی اور اس میں نستعلیق خط سے ایک آیت لکھی ہوئی تھی، جسے وہ بہت غور سے دیکھے جارہا تھا۔
وہ جس استاد کے پاس پینٹنگ سیکھنے آتا تھا، وہ کیلی گرافی، پینٹنگ وغیرہ میں مہارت رکھتے تھے ، یہی نہیں! بلکہ وہ ایک ماہرِ نفسیات بھی تھے اور دین دار ماحول سے جڑے ہوئے تھے، یہی وجہ تھی ان کی بنائی ہر تصویر میں کہیں قدرت کے رنگ بکھرے انسانی دماغ کو ایک پیغام دے رہے ہوتے تو کہیں اس پر لکھی تحریر دیکھنے والے کو اپنے حصار میں جکڑ لیتی۔
عمر کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا، جب استاد نے اسے آج کا کام دیا جس میں پینٹنگ پر کچھ پھولوں اور آیت جو مارکر سے لکھی ہوئی تھی، بس رنگوں کا استعمال کرکے اسے مزید خوب صورت بنانا تھا۔
استاد کافی دیر سے دیکھ رہے تھے کہ عمر کی آنکھوں کا زاویہ جو ایک ہی جگہ مرکوز ہے، جب کہ سوچ کہیں اور بھٹک رہی ہے۔
”کیا بات ہے عمر بیٹا! تم تو آج بُت بنے کھڑے ہو، کیا آج کا کام مشکل ہے؟“
استاد نے اپنے مخصوص میٹھے لہجے میں عمر کے دل و دماغ میں اٹھتی سوچوں کو باہر نکالنے کے لیے خود سے کلام کی ابتدا کی۔
”نہیں نہیں استاد! آج تو بہت آسان کام ہے، سب کچھ تو آپ نے کیا ہوا ہے، مجھے تو صرف رنگ کرنے ہیں۔“
عمر نے برش کی نوک کلر ٹرے میں موجود ہرے رنگ میں ڈبودی اور اس کا اضافی رنگ برش کو ہلکا سا دباؤ دے کر روکتے ہوئے پھولوں کی پتیوں میں بھرنے کے لیے برش کینوس کی طرف لے کر جانے لگا تو استاد نے اسے روک دیا۔
عمر نے چونک کر استاد کو دیکھا جو اس کے برابر میں اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔
”کیا ہوا استاد! کیا میں کچھ غلط کررہا تھا۔“
استاد نے بغیر کوئی جواب دیے اس کے ہاتھ سے کلر ٹرے اور برش لے کر لکڑی کی میز پر رکھ دیا اور خود ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ ساتھ عمر کو سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، عمر عجیب کش مکش میں مبتلا کرسی پر بیٹھ گیا اور بے چینی سے استاد کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔
”جب تم میرے پاس سیکھنے آئے تھے تو میں نے تمھیں کیا کہا تھا ؟“
استاد نے اپنی عینک اتارتے ہوئے سوال کیا ۔
”یہی کہ ! حاضر دماغی بہت ضروری ہے اور یہ کہ پینٹنگ میں حقیقت کے رنگ بھرنے کی بھرپور کوشش کرنی ہے۔“
”اور۔۔۔“عمر نے گردن نفی میں ہلائی اور کہا کہ” بس اتنا ہی۔“
”میں نے تمھیں کہا تھا! کچھ لکھو، کچھ ڈیزائن کرو، پینٹ کرو جو بھی کام کرو، اسے پورے دل سے اور حاضر دماغی کے ساتھ کرنا، اگر آپ کسی الجھن میں ہوں اور کچھ تخلیق کریں تو اس کا اثر سامنے والے پر بھی ہوگا اور وہ بھی الجھن کا شکار ہوجائے گا۔“
”استاد!جب آپ نے آج کا کام بتایا اور ساتھ اس پر لکھی آیت پڑھا کر اس کا ترجمہ بتایا تو میرا ذہن وہیں اٹک گیا تھا کہ یہ آیت بتارہی ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، لیکن انسان چوبیس گھنٹے عبادت تو نہیں کرتا رہتا، اس کی دوسری ضروریات ہیں، جیسے میں اور آپ پینٹنگ کرتے ہیں تو یہ تو عبادت نہیں ہوئی، اس کا مطلب تو یہ ہوا ہم غلط کررہے ہیں، اپنی من مانی کررہے ہیں۔“
استاد احمد اپنے شاگرد کو صرف پینٹنگ کا فن نہیں سکھایا کرتے تھے بلکہ ان کی الجھنوں کو دور کرکے ذہن اور روح کو پُرسکون کرنے کی بھی کوشش کرتے تھے، ساتھ انھیں وقتاً فوقتاً کوئی اچھی بات، آیت بھی سکھایا کرتے ،تاکہ ان کا رابطہ اپنے رب سے مضبوط رہے۔
پہلے تو استاد مسکرائے اور پھر گویا ہوئے۔
”سوال تو بہت خوب ہے، اس کا جواب بھی دوں گا، لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آیا کہ اس میں اُلجھن کا شکار ہونے اور اپنی محنت کو بے توجہی کی وجہ سے ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔“
”معذرت استاد ! آیندہ ایسا نہیں ہوگا ان شاءاللہ۔“
”شاباش! دیکھو، یہ جو آیت ہے ناں“وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ“ یعنی ”اللہ نے انسان وجنّات کو پیدا نہیں کیا، مگر صرف اپنی عبادت کے لیے“مطلب یہ کہ اللہ نے انسان و جنّات کو صرف اپنی ہی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔
اس میں اللہ ربّ العزت نے یہ فرمایا کہ عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس سے اکثر لوگ اُلجھن کا شکار ہوتے ہیں، جیسے تم ہوئے ہو کہ چوبیس گھنٹے تو عبادت نہیں کی جاسکتی، ضروریات بھی ساتھ ہیں۔ اس کا آسان سا جواب ہے کہ سب سے پہلے تو پیارے آقا ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر غور کیا جائے کہ انھوں نے کیسے زندگی گزاری؟ گھریلو، سیاسی، معاشی معاملات کو کیسے حل کیا؟ ان کی زندگی کو بطورِ نمونہ سامنے رکھتے ہوئے عمل کیا جائے اور رہی یہ بات کہ عبادت چوبیس گھنٹے نہیں کی جاسکتی تو آپ ﷺ نے صبح اٹھنے سے لے کر رات سونے تک کے معمولات بیان فرمائے۔ ان پر غور کریں کہ صبح اُٹھ کر بسم اللہ و دعا پڑھنا اور نماز، قرآن کی تلاوت کرنا، دنیاوی معاملات کو ایمان داری سے اللہ کی رضا کی خاطر کرنا تو ہر کام عبادت بن جائے گا، ورنہ بس زندگی ہاتھ میں پکڑی ریت کی طرح گرتی و گزرتی رہے گی اور کچھ حاصل بھی نہیں سوائے شرمندگی کے۔“
استاد آہستگی سے کہتے ہوئے خاموش ہوئے اور عمر کو دیکھا۔
”واہ، ماشاءاللہ !یعنی جب ہم اپنے سارے کام ذکر سے شروع کرکے ذکر پر ختم کریں اور اس میں اللہ کی خوشنودی تلاش کریں تو ہمارے سارے کام عبادت ہوں گے۔“
عمر کے لہجے میں بلا کی حیرت کے ساتھ خوشی بھی تھی۔
”بالکل میرے بچے!اسی لیے تو شاعر نے کہا ہے:

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

# ضمیر کی عدالت

بنتِ اسماعیل

"امی پلیز ۔۔۔ اب آپ ہر معاملے میں مجھے سمجھایا نہ کریں، میں بھی جانتی ہوں کس طرح اپنی لائف گزارنی ہے۔ آپ جب دیکھو ہر معاملے میں سمجھاتی رہتی ہیں۔" سائرہ ڈائننگ ٹیبل پر رکھا چائے کا کپ لیتے ہوئے ماں سے تڑخ کر ایک بار پھر بولی تھی اور زبیدہ بیگم نم آنکھوں کے ساتھ اپنی بیٹی کے لہجے پر ششدر و حیران تھیں، قبل اس کے کہ وہ اپنے کپکپاتے لبوں سے کچھ الفاظ ادا کرتیں۔۔۔ تھوڑی ہی دیر میں سائرہ پھر اُکتاہٹ بھرے انداز میں بول پڑی: "امی میرا صوفے پر رکھا بیگ اُٹھا دیں، مجھے دیر ہورہی ہے کالج کے لیے۔"زبیدہ بیگم نے ہاتھ بڑھا کر بیگ صوفے سے اُٹھا کر دے دیا۔ سائرہ بیگ لیتے ہوئے تیز قدموں کے ساتھ دروازے کی طرف چل دی۔۔۔ زبیدہ بیگم درد کے کئی ان گنت احساسات لیے کرسی پر آبیٹھی اور اپنے ضمیر کی عدالت میں اپنی ہی بیٹی کے خلاف شکایت شروع کردی۔۔۔

"آخر کو میں سائرہ کو کہتی ہی کیا ہوں؟ سوائے اس کے کہ وہ اپنا خیال رکھا کرے، وقت پر صحیح سے کھانا کھالیا کرے اور وہ ہے کہ ۔۔۔ نہ جانے کیا کچھ سناجاتی ہے اپنی ماں کو؟؟"آنکھوں سے بہتے کئی آنسوؤں سے زبیدہ بیگم کا چہرہ بھیگ گیا تھا کہ اچانک ضمیر کی عدالت نے سوال کیا۔"کیا زبیدہ بیگم آپ نے بھی کبھی اپنی والدہ سے اس انداز میں بات کی تھی؟" ماضی کے دریچوں میں جھانکتے زبیدہ بیگم نے کچھ سوچنے کے بعد جواب دیا۔۔۔ "ہاں، شاید میں نے اپنی والدہ کے ساتھ ایسے ہی بات کی ہو گی، ایک دو بار نہیں بلکہ کئی بار، لیکن اس طرح تو نہیں، جیسے میری بیٹی مجھ سے بولتی ہے، یوں لگتا ہے جیسے وہ اپنی ماں سے نہیں بلکہ اپنی غلام سے بول رہی ہو۔"(آنسو پونچھتے ہوئے) زبیدہ نے جواب دیا۔"اچھا تو پھر اس میں غلط ہی کیا ہے؟ آپ نے دو جملے کہے ہوں گے تو آپ کی بیٹی نے پانچ جملے آپ سے کہہ دیے۔ آخر کو بیٹی تو وہ آپ کی ہے۔"انصاف کی کرسی پر بیٹھے سچ کے منصف نے اپنا فیصلہ سنانا ہی چاہا تھا کہ بیچ میں زبیدہ اپنی صفائی میں پھر بول پڑی ۔۔۔"تو کیا مطلب ہے؟میری بیٹی مجھے یوں تلخ لہجے میں سناتی رہے؟ نہ تو ماں کے ادب کا خیال رکھے اور نہ ہی ماں کو پہنچنے والے اپنے لفظوں کی کاٹ کا اُسے احساس ہو؟"ضمیر کی عدالت میں زبیدہ بیگم کے یہ دلائل اپنے حق میں فیصلہ کروانے پر بضد تھے کہ عدالتی کارروائی آگے بڑھاتے ہوئے احساس کو گواہی کے لیے روسٹرم پر بلایا گیا ۔۔۔ آپ زبیدہ بیگم کے خلاف اپنی گواہی میں کیا کہنا چاہیں گے؟"ناب جج صاحب! (احساس نے گواہی دینا شروع کی) آج زبیدہ بیگم خود کو پہنچنے والی تکلیف کے خلاف آپ سے انصاف چاہتی ہیں، لیکن کیا یہ وہ وقت بھول گئیں، جب ان کے کڑوے بول اور طعنوں سے بھرے جملے ان کی والدہ پر غم ڈھاتے تھے، کئی بار ان کی والدہ کی سسکیاں اُن کے گلے کا پھندا بنیں۔ آپ ان سے پوچھیے، کیا کبھی انھوں نے اپنی ماں کو دی جانے والی تکلیف کو محسوس کیا تھا؟ کیا کبھی اپنی وجہ سے گرتے آنسوؤں کی وجہ اُن سے پوچھی تھی؟ کیا کبھی اپنی غلطیوں پر معافی بھی مانگی تھی؟"عدالت میں اُٹھتے سوالوں کی گونج کے بعد اب زبیدہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ (اور اُن کا چہرہ اب بھی آنسوؤں کی لڑی سے تَر تھا، لیکن اب کی بار آنسوؤں کی وجہ اُن کا اپنا آپ تھا)

عدالتی کارروائی مکمل ہونے اور تمام ثبوتوں اور گواہوں کی بنیاد پر عدالت اپنا فیصلہ سناتی ہے کہ "تعزیراتِ اخلاقی اقدار کے تحت زبیدہ بیگم کے ساتھ ہونے والی زیادتی اپنی جگہ مذمت کے خلاف ہے، لیکن ماضی کی دستک نے آج اُن کے حال کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے۔۔۔ اُن کی بیٹی اُن کے ساتھ آج ویسے ہی پیش آرہی ہے، جیسے کل وہ اپنی ماں کے ساتھ پیش آئی تھیں، کیوں کہ گناہ پرانے نہیں ہوا کرتے۔"ضمیر کی عدالت اُنھیں رجوع الی اللہ اور توبہ و استغفار کا حکم سناتے ہوئے اپنی بیٹی کے لیے ہدایت کی دعا کرنے کا حکم دیتی ہے، نیز انھیں اپنی مرحومہ والدہ کے لیے زیادہ ایصالِ ثواب اور دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے۔

# کریلا شیرہ چڑھا

مشوارانا

یوں ہی دل میں خیال آیا کہ دنیا بھر میں ہزاروں قسم کی ڈشیں تیار کی جاتیں ہیں، سویٹ ڈش کے نام پہ سو طرح کے طریقوں سے سو طرح کے ہی پکوان بنتے ہیں تو کریلوں کی کبھی کوئی سویٹ ڈش کیوں نہیں بنی؟ کیوں ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی ترکیب زبیدہ آپا کے ٹوٹکے سے برآمد ہو۔ کرنا بس یوں ہے کہ کریلوں کی کڑواہٹ نکال کے خوب نچوڑ کے قیموں کی جگہ کھویا بھر دیا جائے اور چینی کے شیرے میں بھگو کے نئی قسم کی سویٹ ڈش کھلائی جائے۔

کیا حسین امتزاج ہو گا کہ "کریلا نیم چڑھا" "کریلا شیرہ چڑھا"ضرب المثل کا عملی نمونہ پیش ہو۔۔۔!

مگر ذرا ایک منٹ رکیے تو۔۔۔! کھانے میں جلدی نہ کیجیے، پہلے ذرا چکھ لیجیے اور دیکھ لیجیے کہ اس طرح کرنے سے کریلوں کی کڑواہٹ ختم ہو گی یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کریلے دیکھ کے ہی اس سویٹ ڈش کے سارے شیرے میں زہر اتر جائے جو آپ کے حلق تک کو کڑواہٹ کا شکار کر دے۔۔۔!

کہیں کبھی ایسا نہیں لگتا کہ ہماری زبانیں بھی کچھ اسی طرح چاہے جتنی ہی شیریں بیانی اور مٹھاس سے لدی نہ ہوں، لفظ لفظ شوگر بن جائے تب بھی، کیا ہم دل کی کڑواہٹ ختم کیے بغیر اچھا بننے کا ڈراما رچا سکتے ہیں؟

ہو سکتا ہے ہم اس میں کام یاب بھی ہو جائیں، مگر پل پل جمع ہوتے اس زہر کا کیا کریں کہ جب وہ پھٹنے پہ آئے تو تریاق ملنا مشکل ہو جائے۔

بڑے کہتے ہیں زبان کے کڑوے بول، دل کے میل سے کئی گنا اچھے ہوتے ہیں۔

رویے ہماری شخصیت کا آئینہ ہوتے ہیں اور عادتیں انھی رویوں سے پختہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔ دلوں کے میل صاف کر لیجیے، زبان کی مٹھاس اصل بنا لیجیے، اخلاق ہر دم سیکھنے کو تیار رہیے اور بس ہنستے مسکراتے غموں کو ہمت سے سہتے، دل کی برائی سے بھاگتے رہیے ۔۔۔!

کیا پتا یہ واحد چیز ہو جو ہمیں آخرت میں کسی لائق بنا دے۔

# ہم چلے.... اُس نگر

ام محمد سلمان

بچپن کے دن تھے کیسے معصوم، سہانے اور خوشیوں سے لبریز، جب ایک دن ہم نے بے فکری کے عالم میں گرم پانی صحن میں پھینک دیا اور ہم سے دو سال سینیئر ہماری پڑوسن چلا کر بولی۔

"ائی نوج! یہ کیا کیا تم نے؟ گرم پانی زمین پر پھینک دیا! جلا دیا بے چاری کو۔"

ہائے ہائے کیا کہہ رہی ہو اکبری! ہم نے ایسا کیا کر دیا کس کو جلادیا؟ ذرا سا گرم پانی ہی تو پھینکا ہے!"

"تو کیوں پھینکا؟ دیکھتی نہیں کچا صحن ہے اس پر اینٹیں بھی نہیں لگی ہوئیں۔ بے چاری زمین کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی گرم کھولتے پانی سے!"وہ ہنوز طیش کے عالم میں تھی۔

"کیا زمین کو بھی تکلیف ہوتی ہے؟" ہم پر نیا انکشاف ہوا تھا

"اور نہیں تو کیا! اب دیکھنا بچُو! زمین کیسے بدلہ لے گی تم سے قیامت کے دن!"

"اوئی ربا... کیا واقعی؟ (دل پہ ایسا دوہتڑ پڑا تھا کہ بس کیا بتائیں)

اور ہم بھاگ کر کولر سے ایک گلاس ٹھنڈا پانی لائے اور جہاں زمین پر گرم پانی پھینکا تھا اس پر ڈال دیا۔

"لو بھئی اکبری! ہم نے حساب برابر کر دیا ٹھنڈا کر دیا زمین کو۔ اب تو ہم سے حساب نہیں لے گی نا قیامت کے دن؟"

ہم! امید تو ہے، اکبری سوچ بچار کرتے ہوئے بولی۔

ابھی اس واقعے کو کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک اور حادثہ ہو گیا۔ ہوا کچھ یوں کہ بچپن میں ہتھیلی پر نمک رکھ کر چاٹنے کا بڑا شوق تھا۔ یوں ہی ایک دن اپنی موج مستی میں نمک ہتھیلی پر رکھے چوکھٹ پہ کھڑے خوب چٹخارے لے لے کر چاٹ رہے تھے جب جی بھر گیا تو ہاتھ ایک طرف جھاڑ دیا۔ ابھی گھر کے اندر مڑنے نہ پائے تھے کہ سامنے والوں کی فوزیہ جو اپنی دہلیز پہ کھڑی شاید ہمارے ہی نظارے کر رہی تھی، ایک دم بولی"یہ نمک کیوں پھینکا تم نے زمین پر؟ توبہ توبہ کتنا بڑا گناہ کر دیا"

"یا اللہ! !اب کیا پھر زمین ہم سے بدلہ لے گی! اس دن کی طرح..." گرم پانی کا واقعہ آنکھوں میں گھوم گیا۔

"تمہیں پتا ہے اب قیامت کے دن یہ نمک تمہیں پلکوں سے اٹھانا پڑے گا۔" فوزیہ نے اپنی گول گول آنکھیں گھما کر نئی اطلاع بہم پہنچائی۔

"ہائے اللہ! معصومہ کے دل پر گویا ایک بار پھر آسمان ٹوٹ پڑا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یا اللہ! اس نے تو ایک ہی بار دیکھا ہے اور میں کتنی دفعہ زمین پہ بچا کھچا نمک پھینک چکی۔ سارے کا سارا اٹھانا پڑے گا قیامت کے دن! اوئی اللہ!اب کیا کروں؟"

چل میمونہ کھڑی ہو کوشش کر لے۔ پلکوں سے نمک اٹھانا سیکھ ورنہ قیامت کے دن تو فیل ہو جائے گی۔ اور فرشتے تجھے بہت ماریں گے"

اب مرتے کیا نہ کرتے تھوڑا سا نمک لیا، کمرے کے پکے فرش پہ گرایا۔ پھر الٹے لیٹ کر پلکوں سے اٹھانے کی خوب کوشش کی۔ مگر وہ باریک چورا نمک بھلا کیسے پلکوں کی زد میں آئے؟ اور آ بھی جائے تو اٹھے کیسے! مگر بھولی میمونہ کو کون سمجھائے!

جب ساری کوششیں ناکام ہو چکیں اور سانسوں سے اڑ اڑ کے نمک آنکھوں میں جانا شروع ہوا اور لگی مرچیں، بس جی پھر جو میمونہ کا رونا شروع ہوا

"اماں اماں...!!"چولہے پر جھکی روٹی پکاتی اماں کو پکارا۔

"کیا ہوا میری بچی!"

اماں کو نمک کا سارا واقعہ کہہ سنایا۔۔۔ اماں پیشانی پہ ہاتھ مار کر رہ گئیں۔

"آئے میمونہ.. ایمان سے تمہارے جیسا بے وقوف بھی کوئی نہ ہوگا دنیا میں۔ تم ہر کسی کی باتوں میں آجاتی ہو اے بٹیا! ایسا کچھ نہیں۔ کوئی نہیں پلکوں سے نمک اٹھانا قیامت کے دن۔"

تو پھر یہ فوزیہ کی بچی کیوں کہہ رہی تھی؟

"اس کا تو دماغ خراب ہے. تم اس کی باتوں میں مت آیا کرو"

"پکی بات ہے نا اماں...! پھر سے تصدیق چاہی کیوں کہ دل اندر سے ابھی بھی دھک دھک کر رہا تھا۔

"ارے ہاں بالکل پکی بات!! چل چپ ہو جا میری لاڈو! روٹی کھا لے۔ مگر ایک بات ہے کہ رزق کی بے حرمتی نہیں کرتے۔ نمک ایسے نہیں پھینکتے بٹیا! بہت بری بات ہوتی ہے۔"

"اچھا اماں! آیندہ کو کبھی نہ پھینکیں گے ہماری پکی توبہ!" ہم نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ اور ایک نمک ہی کیا، کھانے پینے کی ہر چیز کا انتہائی ادب کرتے تھے۔ روٹی کا ٹکڑا زمین پر گرا ملتا تو چوم کر آنکھوں سے لگاتے اور اٹھا کر کسی اونچی جگہ رکھتے۔ بڑے کہا کرتے تھے رزق کی قدر کرو ورنہ رزق روٹھ جائے گا انسان جب نعمتوں کی قدر نہ کرے تو نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں نا!

ایک دن ہم سب سہیلیاں گلی میں اونچ نیچ کھیلنے میں مصروف تھیں جب رفیقن نے سائرہ کی چٹیا کھینچ لی۔ لو بھئی! بیچ میں آگیا فٹ سے قیامت کا دن....

"دیکھنا تم سے کیسے بدلہ لوں گی میں قیامت کے دن سائرہ نے اپنی ٹھوڑی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے رفیقن کو دھمکی دی۔ اور رفیقن لگی منانے سائرہ کو.... اچھا لو تم میری چوٹی کھینچ دو۔

آخر کو سب دانشور سہیلیاں مل کر بیٹھیں اور قیامت کے دن پر ایک سیر حاصل بحث شروع ہوئی..

"قیامت کب آئے گی سائرہ؟" ہم نے اپنے تئیں بڑا ہی گیانی سوال پوچھا۔

تب شاید بلو نے اپنی راگنی شروع کر دی... وہ نظم جو ہم سب کو بہت پسند تھی اور کورس میں گایا کرتے تھے۔

یقیناً آئے گا وہ دن کہ جب محشر بپا ہوگا
وہاں نہ باپ بیٹے کا، نہ بیٹا باپ کا ہوگا!
نہ ہمشیرہ برادر کی نہ زوجہ ہوگی شوہر کی
وہاں دہشت کے مارے بھائی سے بھائی جدا ہوگا

وہ دن ہوگا کہ گھبرا جائیں گے جس میں پیمبر بھی
جلال حق کا طاری سب پہ اس دن دبدبہ ہوگا
رب کے حکم سے اس دن، فرشتہ صور پھونکے گا
نکل کر قبر سے محشر میں ہر بندہ کھڑا ہوگا
وہ ایسی رعب کی جا ہے کہ دربارِ الٰہی میں
ہزاروں سربلندوں کا وہاں پر سر جھکا ہوگا
تپش ہوگی بہت سے ڈوب جائیں گے پسینوں میں
سوا نیزے سے یہ سورج، حرارت ڈالتا ہوگا
رہے گا آسمان باقی نہ سورج چاند سیارے
ستارے ٹوٹ جائیں گے زمین پر زلزلہ ہوگا
خدا بیٹھے گا جس دم عرش کی کرسی پہ محشر میں
وہ دن یومِ سزا ہوگا وہ دن یومِ جزا ہوگا
کہا جائے گا اپنے نامہ اعمال کو پڑھ لے
ہر اک انسان کے اعمال کا دفتر کھلا ہوگا
بہت روئیں گے فاسق نامہ اعمال کو پڑھ کر
وہ کھاتہ ہے کہ ہر قول و عمل جس میں لکھا ہوگا
کہا جائے گا اپنی قسمتوں کا فیصلہ کر لو
کسی پر آج کے دن ہرگز نہ ظلمِ ناروا ہوگا
جو نیک و کار ہیں وہ دیکھ کر دفتر کو خوش ہوں گے
انہیں کے واسطے فردوس کا رستہ کھلا ہوگا
کوئی جنت میں جائے گا کوئی دوزخ میں جائے گا
غرض ہر نیک اور بد کا برابر فیصلہ ہوگا
فرشتے لے کے جائیں گے گنہگاروں کو دوزخ میں
ہر اک مجرم بڑے رنج و تعب میں مبتلا ہوگا
اگر اللہ نے محشر میں بخشی مجھ کو گویائی
وہاں میری زباں پر نغمہ حمد و ثنا ہوگا

سب سہیلیاں ایک بار پھر قیامت کے تصور میں گم ہو گئیں... اور بھانت بھانت کی باتیں کرنے لگیں۔

"سب کچھ تہس نہس ہو جائے گا اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک میدان میں کھڑے ہوں گے اور فرشتے چاروں طرف سے ہمیں گھیر لیں گے یہ بڑے بڑے لوہے کے ڈنڈے ہوں ان کے پاس! اور جو بھی ادھر ادھر بھاگے گا نا، پکڑ کے بہت ماریں گے اسے۔خون نکال دیں گے مار مار کے"اصغری نے اپنی معلومات جھاڑیں۔

ہائے اللہ معصومہ تو پورے بدن سے کانپ گئی۔

"لیکن یہ تو بتایا نہیں قیامت آئے گی کب؟" ہم نے کب پہ خوب زور دیا۔

"سنا ہے اس برس گرمیوں کی تین مہینے کی چھٹیوں میں قیامت پڑنے والی ہے!" سائرہ نے تفصیل سے جواب دیا۔

"ہائے اللہ! انہی چھٹیوں میں؟ تو کیا ہم سب اتنی جلدی مر جائیں گے؟" کئی سہیلیاں یک زبان ہو کر بولیں:

" ارے تو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ زندہ کر دیں گے۔ سنا ہے تین مہینے کی چھٹیاں گزار کے ہم واپس دنیا میں آ جائیں گے" یہ فوزیہ کا فرمان تھا۔

" شکر ہے!!واپس آ جائیں گے۔ میں تو سمجھی تھی کبھی واپس ہی نہیں آ سکیں گے۔ میمونہ نے گہری سوچ بچار کرتے ہوئے کہا۔

لیکن واپسی کا عندیہ ملتے ہی یہ فکر کا پہاڑ سر سے اترا۔ مگر پھر ایک اور غم نے آ گھیرا۔ اگر ایک بار واپس آ گئے تو جنت میں کب جائیں گے؟ میٹھے پھل،اونچے محل، خوب صورت گھیر دار فراکیں، اونچی ایڑی والے سینڈل، کھلونے، جھولے، مٹھائیاں، اڑنے والے گھوڑے اور پانی میں سونے چاندی کی تیرتی کشتیاں، سب کچھ وہیں رہ جائے گا؟

نہیں نہیں.. اللہ جی! ہمیں واپس دنیا میں نہیں آنا۔ ہم آپ کے پاس ہی رہیں گے. ابھی تو ہمیں فرشتوں کے ساتھ کھیلنا اور جھولا بھی جھولنا ہے اور سونے چاندی کے درختوں کے اوپر چڑھ کر پھل توڑ کے بھی کھانے ہیں۔ رات ہوئی تو سونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے سارے راز و نیاز کر لیے۔

ہاں بچپن سے ہی یہ خیال دل میں راسخ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پاس ہیں اور ہماری سب باتیں سنتے ہیں اور جانتے ہیں اور ہمیں ہر حال میں دیکھ رہے ہیں اور ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ ہماری کوئی حرکت ان سے چھپی نہیں۔ یہ ایسی امید افزا باتیں تھیں جو کبھی زندگی میں تنہائی محسوس نہیں ہونے دیتی تھیں۔

یاد نہیں ہماری سہیلیاں اور ہماری بڑی بوڑھیاں کہاں سے یہ باتیں سیکھتی تھیں غالب گمان ہے کہ کسی وعظ و بیان یا بڑوں کی سنی ہوئی قرآن و حدیث کی باتیں ہوتی تھیں جو صحیح متن یاد نہ رہنے پر بس اپنے خیالات میں ہم تک پہنچا دیتی تھیں مگر آخرت کے حساب کتاب کا تصور ذہنوں میں بہت گہرا کر دیا تھا کہ ہم کبھی بھولتے ہی نہ تھے کہ یہ دنیا ہمارا اصلی گھر نہیں ہے۔ ہمیں یہاں ہمیشہ نہیں رہنا. ہم یہاں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور ایک دن یہاں سے چلے جائیں گے۔ اور اپنی ہر بات کا حساب دیں گے۔

یہ بچپن کا ایک مختصر سا تصور تھا یوم آخرت کے بارے میں کہ بس وہاں ہر عمل کا بدلہ ملے گا۔ پھر ذرا بڑے ہوتے گئے علم سیکھتے گئے بزرگوں کی محفلیں نصیب ہوئیں تو پتا چلا.. یہ یوم آخرت کا تصور اور عقیدہ کتنا شاندار ہے کہ انسان کی پوری ہستی کو بدل کر رکھ دیتا ہے اسے اللہ کا فرماں بردار بنا دیتا ہے اپنے ہر عمل کے لیے جواب دہی کا احساس پیدا کر کے ظلم و زیادتی سے بچا لیتا ہے۔ اور جنت میں ملنے والے انعامات کا شوق نیکی اور اطاعت پہ ابھارتا ہے۔ اللہ جی! آپ کتنے پیارے ہیں ہم سے کتنا پیار کرتے ہیں۔ آپ نے ہمیں دنیا میں بھیجا مشکلات میں جینا سکھایا اور پھر ہمارے لیے آخرت کی نعمتوں کا مزہ رکھا! اور ہمیں جتا دیا یہ دنیا تمہاری منزل نہیں ہے۔ تمہاری منزل آخرت ہے میرے بندو! "اور یہ دنیوی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ بھی نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ دارِ آخرت ہی اصل زندگی ہے، کاش یہ لوگ جانتے ہوتے۔"

اس دنیا کی زندگی کی مثال تو ایک ڈھل جانے والے سائے کی طرح ہے اور آخرت کی زندگی ہی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا خوب فرمایا"یہ دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے یہاں جو بوؤ گے کل قیامت کے دن کاٹو گے۔"

ہمیں اپنی بوئی ہوئی کھیتی کاٹنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اگر آج ہوش میں نہ آئے تو کب آئیں گے؟ اگر آج اپنے اعمال کا جائزہ نہ لیا تو ہمیشہ کا خسارہ ہے۔ اگر ہم لے گئے اپنے ساتھ شرک و کفر کے تازیانے، باطل عقائد کی پیروی، ظلم و زیادتی کی داستانیں، دین و شریعت سے دشمنی کے تمغے، تو ہمیشہ کے لیے اس دردناک آگ کا ایندھن بننا ہوگا۔

پھر انسان کہے گا "يَقُولُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ" کاش میں نے اپنی اگلی زندگی کے لیے کوئی عمل آگے بھیجا ہوتا! لیکن اس وقت کوئی حسرت کام نہ آئے گی۔

اور ایک طرف وہ لوگ ہوں گے جو اپنی کمائی سے خوش چمکتے چہروں کے ساتھ ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہوں گے۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ کی صدائیں ہوں گی۔ وہ اپنے اعمال کی جزا سے خوش اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے صحیفہ اعمال کھلیں گے تو نیک و صالح اعمال سے مزین ہوں گے، توبہ استغفار سے آراستہ، خلقِ خدا کی بھلائی سے بھرے ہوئے، اس دین کی عظمت و بقاء و فلاح اور اس کو اپنے عمل و کردار سے زندہ جاوید کر دینے والے اور اس کی ہر تعلیم کو معاشرے میں رائج کرنے والے ہوں گے۔ کاش کہ ایسے ہمارے نامہ اعمال ہوں! کاش کہ ہم آخرت کے دن کی تیاری کرنے والے اور اس کے لیے مر مٹنے والے اور اس کا سچا یقین دل میں رکھنے والے ہوں کہ ہمیں لوٹ کر اسی رب العالمین کے پاس جانا ہے۔



# اب پچھتائے کیا ہوت

مہوش کرن

بہت دیر سے وہ دراز قد آئینے کے سامنے کرسی پر بیٹھی سوچ رہی تھی۔ اپنے لمبے گھنے بالوں کو لکڑی کے خوبصورت کنگھے سے کاڑھ رہی تھی۔ کنگھا بار بار اوپر سے نیچے جا رہا تھا۔ کہیں اٹک نہیں رہا تھا۔ سارے بال بالکل سلجھے ہوئے تھے کہیں کچھ الجھا ہوا نہیں تھا لیکن اس کے دل و دماغ میں ہر بات الجھ کر رہ گئی تھی۔ سنگھار میز پر رکھی ہر ایک چیز بے مقصد لگ رہی تھی۔ کانوں کے دل فریب آویزے، جھمکے، شوخ رنگ چوڑیاں، جڑاؤ کڑے، موتیوں سے سجے گلوبند، لڑیوں والے ہار، ہیروں اور نگینوں سے چمکتی انگوٹھیاں، ہر چیز اپنا ہونا یا نہ ہونا ڈھونڈ رہی تھی۔ سوال کر رہی تھی کہ اب کس کے لیے ہوگا یہ ہار سنگھار۔ شیلف میں سلیقے سے سجا سرخی، پاؤڈر، کاجل کہہ رہے تھے کہ اب کس کے لیے کرو گی یہ سجاوٹ۔ اور وہ خود سے پوچھ رہی تھی کہ کیا تھا اگر میں اس وقت چپ رہ جاتی، ہمیشہ جواب دینا ضروری تو نہیں ہوتا۔ اگر میں خاموش رہتی تو آج حالات مختلف ہوتے۔ لیکن دیکھو میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ ابھی بھی اسی گھر میں موجود ہوں، اگر نہیں ہے تو بس گھر والا موجود نہیں ہے۔ کیا تھا اگر میں اس کی عزت و احترام میں چپ رہ جاتی۔ کیا یہ کرنے سے میری عزت کم ہو جاتی؟ نہیں بلکہ بہت بڑھ جاتی شوہر کی نظر میں بھی اور اس رب کی نظر میں بھی جس نے میرے لیے میرے شوہر کو قوام بنایا تھا۔

وہ رات کو اپنے ماں باپ کے گھر اپنے پرانے کمرے میں کھڑا صبح آفس کے لیے الماری سے شرٹ نکال رہا تھا۔ اب یہ خود ہی استری کرنا تھی کیوں کہ اس کے سارے کام کرنے والی اب نہیں تھی۔ کیا تھا اگر اس دن بھی وہ خود ہی کر لیتا، وہ تو ہمیشہ ہی سب کچھ کرتی آئی تھی۔ میں ہی اس کی خدمت کا اعتراف کر لیتا اور اسے کچھ وقت دے دیتا۔ کیا میں یہ کرنے سے چھوٹا ہو جاتا؟ نہیں تو، بلکہ بہت بڑا مقام حاصل کر لیتا اس کی نظر میں بھی اور اس رب کی نظر میں بھی جس نے مجھے بیوی سے حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا تھا۔ اتنا غصہ وہ بھی اس کے اوپر جس کے ساتھ ایک زندگی گزار دی ہو۔ دیکھا نا ایک حرام کام کیسے دوسرے حرام کام کو کھینچ لایا۔ ایک برائی ایسے ہی دوسری برائی کو بلاتی ہے، جیسے غصہ حرام ویسے ہی طلاق ناپسندیدہ۔ ایک ایسی غلطی جس کا کوئی کفارہ نہیں، ایک ایسا بند دروازہ جس کے آگے کوئی راستہ نہیں اور وہاں سے پلٹنا ناممکن۔

تینوں بچے اپنے کمرے میں خاموش تھے۔ نہ کوئی کھلونوں سے کھیل رہا تھا، نہ کتابیں پڑھ رہا تھا، نہ پینٹنگ کا دل چاہا، نہ باتوں کا۔ کمرے کی ہر چیز بچوں کے اداس چہرے دیکھ کر خود بھی اداس ہو چلی تھی۔ ان کی شرارتیں، نِت نئی حرکتیں، ہنسی قہقہے، ماند پڑ گئے تھے۔ روز کے جھگڑوں کا ہیبت ناک انجام بچوں کے بچپنے اور معصومیت پر عفریت بن کر چھا گیا تھا۔ ان کی خاموش آنکھیں سوال کر رہی تھیں کہ کیا تھا اگر وہ دونوں سمجھوتا کر لیتے۔ آخر کو ہمارے ماں باپ ہیں، اپنے لیے نہ سہی ہمارے لیے ہی برداشت کر جاتے۔

رات کے کسی پہر دونوں بوڑھے ماں باپ اپنے کمرے میں بستر پر چپ چاپ بیٹھے تھے۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ہم یہ سب نہ کرتے تو کتنا اچھا تھا۔ بہو کے خلاف بیٹے کو نہ ورغلاتے، چھوٹی چھوٹی باتوں کا تماشہ نہ لگاتے، رائی کا پہاڑ نہ بناتے، اچھی باتوں کو سراہتے، درگزر کرتے، محبت و اپنائیت دیتے تو آج بیٹے کا ہنستا بستا گھر اجڑا ہوا نہ ہوتا۔ اس کے بچے یوں ادھورے نہ رہ جاتے۔ ایک مکان ان کے پاس ہونے سے کیا ہوتا ہے، زندگی کی کڑی دھوپ میں حقیقی چھت تو چھن گئی۔

مگر اب افسوس کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور ساری زندگی افسوس کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

گھر توڑنا کسی ایک کا قصور نہیں اور گھر بچانا کسی ایک کی ذمہ داری نہیں بلکہ گھر بنانا تو ساجھے کا کام ہے۔سب مل کر کریں تو ہی بنتااور پھر بچتا ہے،سب مل کر کریں تو ہی اچھا لگتا ہے،اکیلا انسان تھک جاتا ہے، ٹوٹ جاتا ہے، ہمت ہار دیتا ہے۔

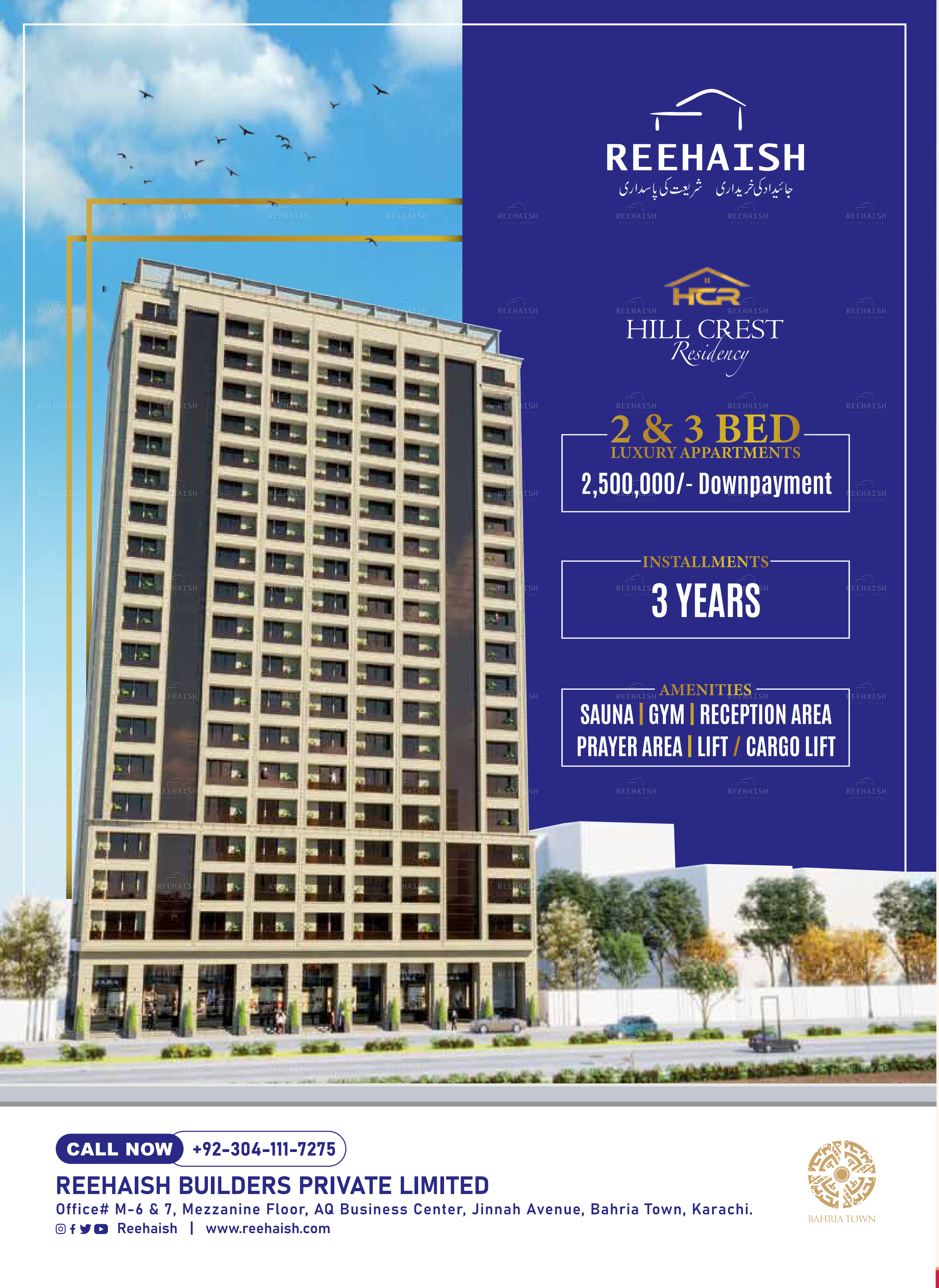



اس کہانی کا بہترین عنوان رکھنے پر تین سو روپے انعام دیا جائے گا۔ عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 30 جون ہے، صفحہ 41 بھی دیکھیں

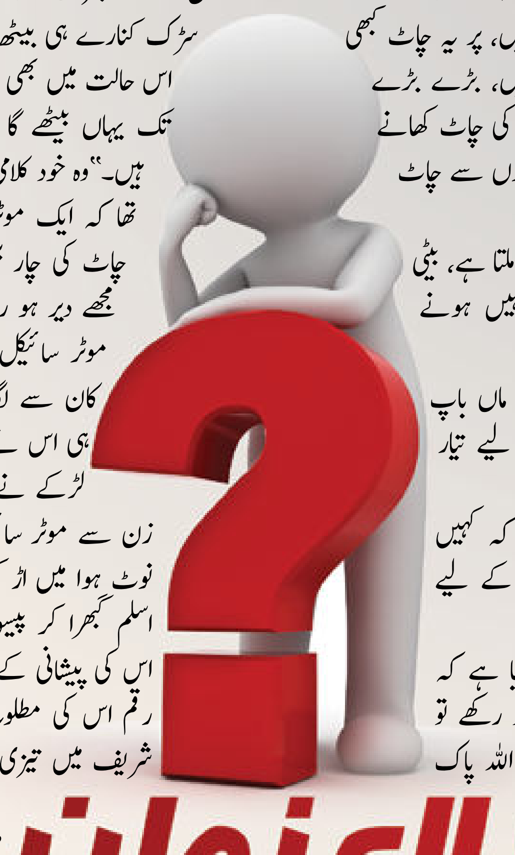

# بلاعنوان

مہوش اسد شیخ

"گڑیا کے ابا! میں نے چنا چاٹ بنا دی ہے، اب جلدی نکلنے کی کرو، کل بھی دیر ہو گئی تھی، اسکول کا بریک ٹائم نکل گیا تھا، پھر سارا دن مارے مارے پھرتے رہے، پھر بھی ساری چاٹ نہیں بک سکی تھی۔ کتنا نقصان ہوا تھا۔ آج تو تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں، جلدی کرو، اسکول میں تفریح کا وقت ہونے کو ہے، اللہ کرے جلدی بک جائے ساری چاٹ اور تم گھر آ کر آرام کر سکو۔"

صفیہ نے فکر مندی سے کہا۔"سوچتا ہوں، کاش! ماں باپ کی سن لی ہوتی، چار جماعتیں پڑھ لیتا تو عزت کی روٹی آرام سے کما لیتا، یوں دن بھر مارے مارے نہ پھرنا پڑتا، فاقوں کا خوف خون نہ سکھائے رکھتا۔ تھک کر چور ہو جاتا ہوں، پاؤں میں چھالے پڑ جاتے ہیں، پر یہ چاٹ کبھی بھی ساری نہیں بیچ پاتا۔ لوگ ماڈرن ہو گئے ہیں، بڑے بڑے ہوٹلوں کے پزے اور شوارمے کھاتے ہیں، ریڑھی کی چاٹ کھانے والے کم ہی رہ گئے ہیں۔اسلم نے بھرائی ہوئی آنکھوں سے چاٹ بھرے تھال کی طرف دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اتنی محنت کے باوجود دو وقت کا کھانا مشکل سے ملتا ہے، بیٹی کو پڑھانے لکھانے کا سپنا لگتا کبھی بھی پورا نہیں ہونے والا۔"اسلم آنکھیں صاف کرتے ہوئے بڑبڑایا۔

"ابا۔۔۔"قریب بیٹھی قرآن کا سبق دہراتی گڑیا جو ماں باپ کی باتیں بھی سن رہی تھی، باپ کو جانے کے لیے تیار دیکھا تو پکار بیٹھی۔

"ہاں میری گڑیا۔۔۔"اسلم کا دل مٹھی میں آ گیا کہ کہیں اس کی بچی کوئی ایسی خواہش نہ کر دے جو اس کے لیے پوری کرنا ناممکن ہو۔

"ابا! ہماری قرآن کی استانی نے ہمیں کل ہی بتایا ہے کہ اگر انسان اپنی زبان پہ ہر دم درود شریف کا ورد رکھے تو اس کی ساری مشکلات آسان ہوتی چلی جاتی ہیں، اللہ پاک آسانیاں پیدا کرتے چلے جاتے ہیں، مشکل سے مشکل کام خودبخود ہونے لگتے ہیں۔ ابا آج آپ نے جب تک سارے چنے بک نہ جائیں، درود شریف پڑھتے رہنا ہے۔ یہ کام یقین کے ساتھ کرنا ہے اور ناامید بالکل نہیں ہونا۔ پیارے ابا وعدہ کریں آپ ایسا کرنا نہیں بھولیں گے۔"

گڑیا نے اتنے مان سے کہا کہ اسلم وعدہ کیے بنا نہ رہ سکا۔ وہ گڑیا کو پیار کر کے گھر سے نکلا تو زبان پہ درود شریف جاری ہو گیا۔

اسکول پہنچا تو آدھی تفریح گزر چکی تھی، لڑکے دوسرے ٹھیلوں سے چیزیں لے کر کھا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اسلم پریشان سا ہو گیا۔

قریب تھا کہ وہ مایوس ہوتا، گڑیا کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے "مایوس نہیں ہونا"

زبان پہ جاری دورد شریف میں تیزی آ گئی۔ وہ اپنی مخصوص جگہ پہ کھڑا ہو کر آنکھیں بند کیے درود شریف پڑھے جا رہا تھا۔

"چاچا! آج اتنی دیر کیوں کر دی ؟ ہم اتنی دیر سے انتظار کر رہے تھے۔" اسلم نے آنکھیں کھولیں تو سامنے دو لڑکے کھڑے تھے۔ اس نے جلدی سے انھیں چاٹ دی اور پیسے لے کر جیب میں ڈال لیے، چند لڑکے مزید آ گئے ،ابھی انھیں چاٹ دے ہی رہا تھا کہ اسکول کی بیل بج گئی۔کچھ لے گئے اور کچھ لیے بنا ہی اسکول کی طرف بھاگ گئے۔اسلم پریشانی کے عالم کبھی چاٹ کے تھال کو دیکھتا اور کبھی اسکول کے گیٹ کو جہاں سے ابھی لڑکے اندر گئے تھے۔

مایوسی کے ساتھ، بخار بھی اسے گھیرنے لگا۔

سارا دن لور لور پھرنے سے جسم میں ہمت نہ تھی۔ وہ سر تھام کر وہیں سڑک کنارے ہی بیٹھ گیا۔جیب سے چھوٹی بوتل نکال کر پانی پیا۔ اس حالت میں بھی درود شریف اس کی زبان پہ جاری تھا۔"کب تک یہاں بیٹھے گا اسلم... چل ہمت کر بازار کی طرف چلتے ہیں۔"وہ خود کلامی کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ ایک موٹر سائیکل اس کے قریب آ رکی۔"بھائی! چنا چاٹ کی چار پلیٹیں پیک کر دو اور ذرا جلدی ہاتھ چلا لو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

موٹر سائیکل سوار نے عجلت میں کہہ کر موبائل فون کان سے لگا لیا۔ اسلم تیزی سے ہاتھ چلانے لگا، جلد ہی اس نے شاپر موٹرسائیکل سوار کی طرف بڑھا دیا۔ لڑکے نے شاپر پکڑا اور پیسے اسلم کی طرف اچھال کر زن سے موٹر سائیکل اڑا لے گیا۔

نوٹ ہوا میں اڑ کر سڑک پہ جا گرے۔

اسلم گبھرا کر پیسوں کے پیچھے بھاگا،نوٹ ہاتھ میں آتے ہی اس کی پیشانی کے بل غائب ہو گئے، آنکھیں چمک اٹھیں کہ رقم اس کی مطلوبہ رقم سے زیادہ تھی۔ زبان پہ جاری درود شریف میں تیزی آ گئی۔

وہ بازار کی طرف چل پڑا۔

"چنے کرارے، آلو چنا چاٹ۔۔۔"جلد ہی وہ بازار میں کھڑا آواز لگا رہا تھا۔

خریداری کے لیے آئی خواتین اور بچے اس کے پاس اکٹھے ہو گئے۔دو گھنٹے بعد خوشی خوشی وہ گھر کی طرف جا رہا تھا۔ سارے چنے بک چکے تھے، زبان پہ درود شریف ابھی بھی جاری تھا۔

یہ اس نے بہت بار سنا تھا کہ درود شریف پڑھنے سے مشکلات آسان ہوتی ہیں، بگڑی بنتے دیر نہیں لگتی، مگر اس نے کبھی یقین نہیں کیا تھا، ہمیشہ سنی ان سنی کر دی، عمل کرنے کی کبھی توفیق نہ ہوئی اور نہ ہی کبھی آزمانے کا خیال آیا، لیکن اس کی چھوٹی سی گڑیا نے اسے یہ عمل آزمانے پہ مجبور کیا اور بے یقینی سے یقین تک کا سفر اس کی بیٹی نے ہی طے کروایا تھا۔

اور اب وہ دل میں پختہ عزم کر رہا تھا کہ وہ ہر وقت باوضو رہے گا اور زبان پہ نبی ﷺ کا ذکرِ پاک رہا کرے گا۔

# تم پر سلامتی ہو

جویریہ عباد

زین اور حمزہ دونوں ایک موڈ فیملی کے چشم و چراغ ہونے کے علاوہ ہم عمر کزن اور گہرے دوست بھی ہیں۔ کچھ عرصے پہلے ہی اُن کے محلے میں ایک گھر کرائے کے لیے خالی ہوا تھا، جس میں ایک خاندان آکر آباد ہوا۔ اتفاق سے اُن کا ایک بیٹا اِن دونوں کا ہم جماعت نکلا۔ تینوں دوست بہت خوش تھے، کیوں کہ یہ لڑکا انتہائی مہذّب اور سمجھ دار ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہے اور ہر سال اوّل پوزیشن بھی حاصل کرتا ہے۔ مانیٹر ہونے کی وجہ سے ساری کلاس اسے دانیال بھائی کہتی ہے۔

ماہانہ ٹیسٹ ہورہے تھے اور دونوں کا کام چھٹیوں کی وجہ سے مکمل نہیں تھا، لہٰذا دانیال نے ان کو آفر دی کہ سہ پہر میں اس کے گھر آکر کام مکمل کرلیں۔

حمزہ پہلے آگیا تھا۔ دانیال نے اس کو سلام کے بعد بیٹھک میں بٹھایا ہی تھا کہ دروازے کی بیل دوبارہ بجنے لگی۔ زین کو بھی گیٹ پر سلام کرنے کے بعد دانیال اسے اندر لے آیا۔

زین، حمزہ کو دیکھ کر خوشی سے بولا "ہیلو۔۔۔"

حمزہ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا: "ہائے۔"

ساتھ آتے ہی دانیال نے حیران ہو کر کہا: "ارے ے ے، یہ آپ دونوں کس طرح ایک دوسرے سے مل رہے ہیں؟"

"کیامطلب؟ دانیال بھائی! اور کیسے ملتے ہیں؟" حمزہ زین کو دیکھتے ہوئے دانیال سے بولا۔ دوسری طرف زین نے بھی سرہلاتے ہوئے اس کی تائید کی۔

"بھئی، جب کسی سے ملتے ہیں تو اسے دُعا دیتے ہیں اور آپ دونوں تو ایک دوسرے کو بددعا دے رہے ہیں۔"

"بددعا؟۔۔۔ہم۔۔۔م۔۔۔ کیوں دیں گے؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ ہم دونوں کزن ہونے کے ساتھ بہت اچھے دوست بھی ہیں۔" دونوں نے حیرت سے ایک آواز میں کہا۔

"جی ہاں، جانتا ہوں، جبھی کہہ رہا ہوں۔"

"ہم ۔۔۔ م ۔۔۔ م ۔۔۔ اب بھی نہیں سمجھے۔"

"اچھا، تومیں بتاتا ہوں۔ بھئی یہ تو آپ جانتے ہی ہو نا کہ hell کا مطلب ہوتا ہے جہنم ۔۔۔ تو hello کا مطلب کیا ہوا؟"

"جہنمی ۔۔۔" دونوں بے ساختہ بولے۔ "استغفر اللہ ۔۔۔" دانیال نے فوراً کہا اور بات جوڑی، جس طرح پریشانی و تکلیف میں ہائے کی آواز نکلتی ہے نا۔۔۔ گویا بندہ خوش نہیں ہے، پریشان ہے۔۔۔

"یہ تو آپ نے بڑی عجیب بات بتائی ہے دانیال بھائی! مگر ر ر ر ساری دنیا میں تو یہی چل رہا ہے، میرا مطلب ہے۔۔۔" زین گڑبڑاتے ہوئے کچھ کہہ ہی رہا تھا۔۔۔ کہ دانیال بولا: "میں جانتا ہں میے دوست، مگر دنیا کو چھوڑو، یہ سوچیں، بلکہ سمجھیں اور جانیں۔۔۔ کہ ہمارا پیارا دین کیا کہہ رہا ہے اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے اس سلسلے میں ہماری کیا رہنمائی فرمائی ہے؟"

"پلیز دانیال بھائی! آپ ہی بتائیں نا۔۔۔ آپ کی باتیں ہمارے دل کو لگ رہی ہیں۔"

"غور سے سنیں۔۔۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

ترجمہ: "آپس میں سلام پھیلاؤ۔"

"لیکن آپس میں سلام پھیلانے کا طریقہ کیا ہے؟"

"میں بتاتا ہوں۔۔۔ جب آپ کسی سے ملیں تو اسے "السلام علیکم" کہیں، یعنی تم پہ سلامتی ہو، اس طرح آپ اسے دعا دے رہے ہیں اور فائدے کی بات یہ ہے کہ اس عمل پہ آپ کو پوری 30 نیکیاں مل رہی ہیں، کیوں کہ آپ نے پہل کی ہے۔"

"اچھاااا واقعی!" دونوں نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! !اسی طرح دوسری جانب سلام سننے والے کو وعلیکم السلام کہنے کی ہدایت کی گئی ہے، جس کا مطلب ہے۔۔۔"اور تم پر بھی سلامتی ہو۔۔۔" اس عمل پر 10 نیکیاں ملنے کی نوید ہے۔"

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ تم کہاں کھو گئے۔" حمزہ نے زین کو سوچوں میں گھرا دیکھ کر ٹھوکہ دیا۔ زین نے چونکتے ہوئے کہا: "میں سوچ رہا تھا کہ کتنا خوب صورت کلام ہے، بولنے میں اچھا۔۔۔ سننے میں بہتر۔۔۔ اور اجر میں تو بہترین۔۔۔" "ہاں واقعی۔۔۔" حمزہ نے بھی متاثر ہو کر کہا۔

"آپ اجر کی بات کرتے ہیں تو۔۔۔" دانیال نے بات جوڑتے ہوئے کہا اگر السلام علیکم کے ساتھ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی کہا جائے، جس کا مطلب ہے کہ "اور اللہ کی رحمت اور برکت بھی ہو" تو اس کی 20 نیکیاں اضافی ہیں، اسی طرح۔۔۔ جواب میں وعلیکم السلام کے ساتھ "ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہنے پر مزید 20 نیکیاں اسٹور ہوجائیں گی۔"

حمزہ بے اختیار بولا: "بھئی! یہ تو بونس ہے۔۔۔ مطلب یہ کہ مسلسل فائدہ، دعا بھ اور نیکیاں بھی۔۔۔ جو بغیر کسی محنت و مشقت کے حاصل ہورہی ہیں۔"

"جی بالکل صحیح سمجھے۔ ہاں! ایک بات اور کہ سلام کرنے میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے، یعنی بڑا بھی اپنے چھوٹوں کو پہلے سلام کر سکتا ہے اور اس کا عملی نمونہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے بارہا کر کے دکھایا ہے۔

جبکہ چھوٹوں پہ تو لازم ہے کہ بڑوں کو ضرور سلام کریں۔ اسی طرح کھڑا ہوا بیٹھے ہوئے کو اور بیٹھا ہوا لیٹے ہوئے کو سلام کرے، جبکہ مجلس میں داخل ہوتے ہوئے ایک مرتبہ سلام کہنا تمام حاضرین کے لیے کافی ہوتا ہے۔

"بہت۔۔۔ بہت شکریہ دانیال بھائی، آپ نے انتہائی مفید اور معلوماتی باتیں ہمیں بتائی ہیں، ہم آج ہی سے اس پر عمل کریں گے۔۔۔ اور اپنے دوسرے کزنز کو بھی یہ باتیں بتائیں گے، تاکہ ان کی بھی اصلاح ہوجائے۔"

"سبحان اللہ۔۔۔ جزاک اللہ میرے دوست! نیکی کی باتیں پھیلانہ صدقۂ جاریہ ہے، اچھے لوگ وہی ہوتے ہیں جو خود بھی نیک کام کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔۔۔

"جیسا کہ آپ۔۔۔" حمزہ نے رشک بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے میں تو خود سیکھنے کے عمل میں ہوں، بس اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

دانیال کے ساتھ زین اور حمزہ بھی پُر زور لہجے میں ادب سے بولے: "آمین، ثم آمین"



# خطرناک بیماری

ام محمد عبداللہ

"شاباش سائرہ صبح بہت اچھے سے باورچی خانہ صاف کیا تم نے۔ اب دادی جان کو اچھی سی چائے بھی پلا دو" امی جان نے سائرہ کو سراہتے ہوئے دادی جان کی جانب دیکھا۔ "ماشاءاللہ آپ کی پوتی بہت سلیقے والی ہے۔ ابھی تو چھوٹے چھوٹے کام ہی کرواتی ہوں اس سے لیکن کمال خوبی سے کرتی ہے" امی جان دادی جان کی جانب دیکھ رہی تھیں جب کہ دادی جان کی نگاہیں مسلسل کرن کے چہرے کے بنتے بگڑتے تاثرات پر تھیں۔

سائرہ چائے بنا کر لائی تو کرن نے یک دم اونچی آواز میں اس کو مخاطب کیا "سائرہ آپی کل آپ سے دودھ گر گیا تھا نا! آج تو دھیان سے بنائی ہے نا چائے دودھ تو نہیں گرایا" بظاہر معصومیت سے بولتی کرن جہاں امی جان کی باتوں کی نفی کر کے انہیں شرمندہ کر گئی تھی، وہیں سائرہ بھی اس غلطی کے سامنے آنے پر پریشان ہو گئی تھی۔ کرن کے چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔ جسے دادی جان کے سوا کسی نے محسوس نہیں کیا اور بات آئی گئی ہو گئی۔ "ارے دادی جان سنائیں ناں کہانی" رات کو سب بچے دادی جان کے گرد جمع تھے۔ "اچھا بھئی سنو کہانی" سب بچے یک دم خاموش ہو کر جیسے صرف کان بن گئے۔ "ایک خوبصورت وادی تھی۔ بلندو بالا پہاڑوں کے درمیان سرسبز و شاداب وادی۔ سبزے سے لہلاتی، جھرنوں سے گنگناتی، رنگا رنگ پھولوں کی خوشبوؤں سے ہواوں کو مہکاتی اس وادی میں ایک چھوٹا سا گھر تھا۔ اس گھر میں دو بہنیں رہتی تھیں۔ ندا اور ردا۔ دونوں بہت پیاری اور اچھی بچیاں تھیں۔ خوب دوستی اور محبت تھی دونوں بہنوں میں۔ دوڑ دوڑ کر سارے گھر کا کام کرتیں اور امی ابو کی ہر بات مانتیں۔ لیکن پھر اچانک دادی جان سانس لینے کو رکیں تو بچوں کے تو گویا سانس ہی اٹک گئے۔

"کیا ہوا اچانک؟" کاشف نے بے قرار ہو کر پوچھا۔ "ندا بیمار پڑ گئی اور بیماری بھی ایسی ویسی نہیں تھی۔ بڑی خطرناک بیماری تھی" کمرے کی مدھم روشنی اور دادی جان کے لہجے کے اتار چڑھاو نے بچوں کو اپنے سحر میں لے لیا تھا۔ "کون سی بیماری لگ گئی اسے ؟" کرن کی آواز میں پریشانی نمایاں تھی ۔

"کیا کینسر؟" "نہیں بھئی کینسر سے بھی خطرناک بیماری۔ اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ گیا جو کہ بے احتیاطی کی وجہ سے پھیلتا جا رہا تھا اور تو اور اس کی بیماری کے اثرات ردا پر بھی پڑ رہے تھے۔" "ردا بھی متاثر ہو رہی تھی ندا کی بیماری سے پھر تو واقعی میں یہ بہت خطرناک بیماری تھی" سائرہ نے تبصرہ کیا۔ "بھئی بچو! تم لوگ بولتے بہت ہو۔ اب اگر کوئی کہانی کے درمیان بولا تو میں کہانی نہیں سناوں گی" دادی جان نے بچوں کو دھمکی دی۔ سب بچے ایک بار پھر دم سادھے خاموش ہو گئے۔ ندا اور ردا کے والد حکیم صاحب تھے۔ ایک دن انہوں نے ردا اور ندا کو کھیل، پڑھائی اور گھر کے کاموں کے درمیان لڑتے دیکھا تو سمجھ گئے کہ ندا بیمار ہے اور ردا اس کی وجہ سے بیمار پڑ رہی ہے۔ وہ جلدی سے اپنے مطب میں گئے اور ایک سنہرا اور ایک نقرئی کیپسول اٹھا لائے۔ سنہرا کیپسول انہوں نے ندا جب کہ نقرئی ردا کو کھلا دیا۔ رات ہو چکی تھی اس لیے دونوں بہنیں جلد ہی سو گئیں۔

اگلی صبح نہایت روشن اور پاکیزہ تھی۔ دوا اثر کرنے لگی تھی۔ ندا نے ردا کی جانب دیکھا جس نے شوخ رنگ کا دوپٹا اوڑھ رکھا تھا۔ ردا کو جب بھی ندا اس دوپٹے میں دیکھتی تھی تو اسے دل میں بہت گھٹن محسوس ہوتی تھی اور اس کا جی چاہتا تھا کہ یہ دوپٹہ وہ اس سے چھین کر خود اوڑھ لے۔ لیکن آج جیسے ہی اسے گھٹن محسوس ہوئی ساتھ ہی اس کی نظریں اپنے دوپٹے پر آ کر ٹھہر گئیں اور وہ خود بخود اپنے دوپٹے کے لیے اللہ کا شکر ادا کرنے لگی۔ اللہ سے اپنے لیے فضل عظیم کا سوال کرنے لگی ساتھ ہی ساتھ خود بخود اس کے منہ سے ردا کے دوپٹے کے رنگ ہمیشہ قائم رہنے کے لیے دعا بھی اس کے لبوں پر جاری ہو گئی۔

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ دونوں بہنیں گھر کے کام میں ماں کا ہاتھ بٹانے لگیں۔ ندا کی عادت تھی کہ کام کے دوران اگر ردا سے کچھ غلط ہو جاتا تو وہ اس غلطی کا خوب اشتہار لگاتی اور اپنے آپ کو اس سے بہتر ثابت کرنے کی کوشش کرتی لیکن آج جب ایسی صورت حال سامنے آئی تو اس کی بولتی زبان کو جیسے یک دم کسی نے جکڑ لیا۔ اس کے سامنے ایک بڑا سا آئینہ کہیں سے آن نمودار ہوا جس میں ایک کریہ شکل شیطان حضرت آدمؑ کا نام لے کر نعرے لگا رہا تھا۔ میں اس سے اعلی ہوں۔ ساتھ ہی ایک گروہ یہود کھڑا تھا جو اپنی افضلیت ثابت کرتے کرتے نبی آخر الزماں کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے۔ شیطان اور گروہ یہود کے گرد آگ کے شعلے بلند ہونے لگے تھے اور ان شعلوں میں ندا کا عکس ابھرنے لگا تھا جو کہہ رہی تھی میں ردا سے بہتر ہوں۔ ندا نے گھبراہٹ کے عالم میں آئینہ توڑنا چاہا تو آئینہ کہیں غائب ہو گیا اور اس کے لبوں پر اعوذ باللہ جاری ہو گیا اور ساتھ ہی اس کے دل و دماغ میں یہ احساس ہونے لگا کہ اعلی و برتر ذات صرف اللہ ہی کی ہے۔ نیکی کی توفیق اور برائی سے بچاو اللہ کی عطا ہے۔ دنیا کی مادی چیزوں اور مادی کامیابیوں میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا یا آگے بڑھنے کی کوشش کرنا یا دوسرے کو شکست دینے کی ٹھان لینا کوئی کارنامہ نہیں بلکہ اصل مقابلہ تو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا مقابلہ ہے۔ دن آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ ندا پر دوا اثر کرتی گئی اور اس کے دل کی گھٹن کم ہوتی چلی گئی۔ دوسری جانب ردا صبح اٹھتے ہی سورہ فلق اور سورہ الناس کی تلاوت کرنے لگی۔ یہ تلاوت دن بھر جاری رہی۔ جب جب ردا کی جانب سے کوئی سخت سست بات آنے لگتی ردا جو پہلے ایسی صورتحال میں لڑنے کو تیار ہو جایا کرتی تھی اب مسکرا کر محبت سے ندا کو جواب دیتی اور ہر کام میں اس کی معاونت کے لیے خود سے آگے بڑھتی۔ اس نے آج دن میں ندا کو موتیوں کے پھولوں کا گجرا بنا کر تحفۃ دیا۔ دن گیا اور رات آئی۔ دوا اپنا رنگ لائی۔ ندا کے دل سے سیاہ دھبہ دور ہو گیا تھا۔ اس کا دل اب پہلے کی مانند نکھرا نکھرا شفاف ہو گیا تھا۔ ردا بھی تازہ دم محسوس کر رہی تھی" کہانی ختم ہو چکی تھی۔ سب بچے مسکرا رہے تھے جب کہ کرن کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ "کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ندا کو کون سی بیماری تھی؟" دادی جان نے بچوں سے پوچھا۔ "جی دادی جان میں سمجھ گئی ندا کو حسد کی بیماری تھی" سائرہ نے جلدی سے جواب دیا۔ "ہاں بچو! ندا کو حسد کی بیماری تھی۔ یہ ایک بہت خطرناک بیماری ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "حسد سے بچتے رہو کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی لکڑیوں کو کھا جاتی ہے" (سنن ابو داود)

لہٰذا دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے اس بیماری کو جاننا اور اس سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے۔ "جی دادی جان میں سمجھ گئی میں اس بیماری سے بچاو کی مکمل کوشش کروں گی" کرن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "صرف تم کیوں ہم سب اس خطرناک بیماری کے معاملے میں ہمیشہ خبردار ہوشیار رہیں گے ان شاءاللہ" سائرہ نے پر عزم لہجے میں کہا تو سب بچوں نے پختہ ارادے کے ساتھ اس کی تائید کی۔

# اف!! یہ روم میٹ

ام مصطفیٰ

خنساء کو نت نئی کہانیاں لکھنے کا شوق تھا۔
اس کے ذہن میں نئے نئے خیالات آتے رہتے، جنہیں وہ صفحے پر اتار لیتی، اسی وجہ سے اس کے کمرے میں ہر جگہ کاغذ ،پینسل، شاپنر وغیرہ بکھرے پڑے رہتے۔ایک اور بات کہانیاں پڑھتے ہوئے اور لکھتے ہوئے وہ کچھ نہ کچھ کھاتی بھی رہتی تھی۔پچھلے دو دن سے ایک عجیب واقعہ ہورہا تھا کہ وہ رات کو کہانی لکھا ہوا صفحہ اپنے دراز میں رکھتی، لیکن صبح کو وہ کاغذ پھٹا کٹا دراز میں نظر آتا۔خنساء اس صورتِ حال سے بہت پریشان تھی۔
”خنساء !اپنے کمرے کی صفائی کرلو اور اپنے بستر کی چادر اور دراز ضرور صاف کرنا بہت گند اہورہاہے۔“یہ امی کی آواز تھی جو ہر دوسرے روز خنساء کو ہدایات دیتیں، مگر خنساء ان کی سب باتوں کو سنی ان سنی کر دیتی۔کمرے کی اوپری سی صفائی کرکے تھک جاتی اور پھر نئی نئی کہانیاں پڑھنے اور لکھنے کا خیال اسے صفائی سے زیادہ اہم لگتا تھا، وہ اپنے رسالے، کاغذ اور قلم لے کر بیٹھ جاتی۔“
آج تیسرا دن تھا اور آج تو حد ہی ہوگئی کہانی کے صفحات کے ساتھ، اس کے پسندیدہ رسالے کے صفحات بھی کترے ہوئے تھے، خنساء کی ہمت جواب دے گئی، وہ دھاڑے مار مار کر رونے لگی۔ امی دوڑ کر باورچی خانے سے آئیں۔
”کیا ہوا خنساء؟اس طرح کیوں رو رہی ہو؟“
امی، خنساء کے اس طرح رونے پر بہت پریشان ہورہی تھیں۔ مگر خنساء تو بس روئے جارہی تھی اور پھر امی کی نظر خنساء کے ہاتھوں پر پڑی، جہاں کترا ہوا رسالہ اور صفحات اپنی کہانی آپ سنارہے تھے۔ امی کے لبوں پر مسکراہٹ آئی، مگر پھر خنساء کے دکھ کا سوچ کر وہ بھی افسردہ ہوگئیں۔
”یہ تو کسی چوہے کی کاروائی محسوس ہو رہی ہے۔“امی بولیں۔
”چو،چو،چوہا!!“ خنساء چوہے کا نام سن کر گھبرا گئی۔
”جی بیٹا! آپ نے اپنی دراز کب صاف کی تھی؟“ امی نے سوال پوچھا۔
اس کا جواب خنساء کے پاس سوائے سر جھکانے کے کچھ نہیں تھا۔
اچانک اس کے ذہن میں چند دن پہلے پڑھی کہانی آئی کہ ”صفائی نصف ایمان ہے۔“ساتھ امی کی صفائی کے متعلق ہدایات بھی ذہن میں گونجنے لگیں۔ اب اسے یقین ہوگیا کہ اس کی گند صاف نہ کرنے کی عادت نے ایک عدد چوہے کو اس کا ”روم میٹ“ بنادیا ہے۔ اب تو اس نے صفائی کرنے کے لیے کمر کس لی، یعنی تیاری کرلی اور پھر بسکٹ، چاکلیٹ اور چپس کے کئی ریپرز الماری کے نیچے، دراز کے اندراور پلنگ کے نیچے سے برآمد ہوئے جو چوہے کے ساتھ لال بیگ اور چونٹیوں کو بھی اس کمرے میں رہنے کی دعوت دے رہے تھے۔ خنساء اپنی سستی اور کاہلی کو کوس رہی تھی۔
صفائی کا معرکہ طے کرنے کے بعد بھی اسے وہ دشمن نہیں ملا تھا، جس نے اس کے جان سے پیارے رسالے اور صفحات کو کترا تھا۔
”امی،امی ! میں نے کمرے کی تفصیلی صفائی کرلی ہے، مگر وہ چوہا تو اب تک برآمد نہیں ہوا۔“ خنساء دکھی لہجے میں بولی،جب کہ امی خنساء کے بکھرے بال اور گرد آلوچہرے کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔
چوہے کو پکڑنے کا حل،چوہے دان یعنی ”پنجرہ“ ہے۔
امی نے حل پیش کیا ساتھ ہی اسٹور روم سے پنجرہ بھی نکال لائیں۔
”اس میں چوہا آجائے گا۔“خنساء چہک کر بولی۔
”ایسے نہیں، اس میں کوئی خوشبودار پھل کی پھانک رکھنی ہوگی، جیسے امرود، کینو یا ٹماٹر ،پھر وہ دشمن ہماری چال میں پھنس جائے گا۔“امی نے رازداری سے بتایااور ساتھ ہی امرود کی پھانک کاٹ کر پنجرے کے درمیان میں پھنسا دی اور پھر اس چوہے دان کو الماری کے کونے کے پاس رکھ دیا گیا۔
اب خنساء شدّت سے دشمن کو قید کرکے سکون حاصل کرنا چاہتی تھی، اگلی صبح خنساء کی خوشی دیدنی تھی، کیوں کہ چوہے صاحب پنجرے میں قید ہوکر خوب اچھل رہے تھے۔بھیّا نے احتیاط سے پنجرے کو پکڑا اور گھر سے باہر کوڑے دان میں چوہے کو چھوڑ آئے۔
اب خنساء نے امی سے روزانہ کی بنیاد پر کمرے کی صفائی کا وعدہ کیا کیوں کہ اپنے شوق کے ساتھ ساتھ اپنی چیزوں کا خیال بھی رکھنا ضروری تھا۔
کیوں بچو! کیا آپ کا کمرہ، بستر اور دراز بھی گندے تو نہیں ہورہے، کہیں آپ کے کمرے میں بھی ایسا کوئی بِن بلایا مہمان تو نہیں آ ٹھہرا۔ ذرا جلدی سے اپنے کمرے کی صفائی کرلیجیے۔

# اور دل بدل گیا

بنت مسعود

”افففف!کیا مصیبت ہے؟ آپی کو بھی اپنے گھر میں چین نہیں۔“وہ مدرسے سے گھر آیا تو صحن کے بدلے نقشے نے اسے رجاء کی آمد کا پتا دے دیا۔ اس کی تین پہیوں والی سائیکل جسے چھٹپن میں وہ بڑے دھیان سے استعمال کرتا تھا،صحن کے بیچوں بیچ بے یار و مددگار اوندھی پڑی تھی، جب کے سامنے بچھے تخت کی چادر آدھی اوپر اور آدھی نیچے لٹک رہی تھی۔ وہ چابی سے گیٹ کا لاک کھول کر آیا تھا، اس لیے کسی کو اس کی آمد کی خبر نہ ہوئی۔
امی ہمارے معاملے میں تو اتنی سخت تھیں اور نواسے پورا گھر الٹ بھی دیتے ہیں، تب بھی مسکراتی ہی رہتیں ہیں۔

پانچ سالہ منیب اس کے کمرے کی دہلیز پر کھڑا زور سے چلایا۔
”نانی دیکھیں!ماموں تو اپنے کمرے میں مزے سے سوئے ہیں اور آپ پریشان ہورہی ہیں۔“
منیب کی چنگھاڑتی آواز اس کی نیند کو تہس نہس کرگئی، اس نے نیند سے بوجھل آنکھیں کھول کر بھانجے کو دیکھا جو بڑے مزے سے آکر ماموں کے برابر آلیٹا تھا۔
لو، تم کب آئے اور کچھ کھائے پیے بغیر سو بھی گئے۔
”چلو، اب جلدی اٹھو! عصر ہونے والی ہے، نماز پڑھ کر آتے ہوئے بچوں کے لیے گرم گرم جلیبی اور نمک پارے لیتے آنا۔“
”واہ نانی! جلیبیاں مزہ آجائے گا۔“یہ نعرہ لگا کر نواسے میاں بیڈ پر کھڑے ہوکر اچھلنے لگے، گویا یہ ان کی انتہائی خوشی کا اظہار تھا۔ وہ جو پیٹ سے آتی گڑگڑ کی آوازیں اور امی جی کی ہدایتیں ایک ساتھ سن رہا تھا، اسے اُچھلتے کُودتے دیکھ گھورنے لگا، مگر وہ اس کی گھوریوں کو مکمل نظرانداز کیے اپنی مستی میں مگن رہا۔
”نہیں بیٹے! ایسے نہیں کُودتے، گر بھی سکتے ہو میری جان۔“امی شہد میں ڈوبے لہجے میں بولیں کہ چھوٹو صاحب بھی بڑے بھیا کو ڈھونڈتے اِدھر آ نکلے۔
”الے یہ تا ہولا ہے یاں، دمپنگ؟“تین سالہ مطیب بھائی کی دیکھا دیکھی فوراً بیڈ پر چڑھ کر کودنے لگا۔
”نیچے اترو تم دونوں۔۔۔ ایک منٹ کے اندر اندر۔“اس کے صبر کا پیمانہ چھلکنے کو بے تاب تھا، وہ بدمزہ سا اُٹھ بیٹھا اور دونوں کو غصے سے ڈپٹ کر بولا۔
”بچے ہی تو ہیں، بیٹے یہی بات پیار سے بھی کہہ سکتے ہو۔“امی کی انہی طرفداریوں اور لاڈ پیار نے انھیں سر چڑھا رکھا تھا۔
”امی آپ دیکھ رہی ہیں کہ ان کی بے ھنگم جمپنگ بیڈ کو توڑ بھی سکتی ہے۔“
”سمجھ نہیں آئی میری بات نیچے اترو۔۔۔انسانوں کی طرح رہا کرو سمجھے۔“وہ غصے سے چلایا۔
دونوں رونی صورت بناکر نانی کے کندھے سے آلگے۔
وہ بچوں کو پیار سے پچکارتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئیں، جانتی تھی کہ بیٹے کو ان بچوں کا چلبلا پن ایک آنکھ نہیں بھاتا۔

حضور ﷺ جب بچوں کے قریب سے گزرتے تو ان کو خود السلام علیکم فرماتے اور ان کے سر پر ہاتھ رکھتے اور چھوٹے بچوں کو گود میں اٹھالیتے۔
مگر آج ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے چھوٹے ہمیں جھک کر سلام کریں، ورنہ ہم برا مان جاتے ہیں کہ جی کیسا بچہ ہے؟ سلام تک نہیں کرتا۔
بھئ سلام ایک سنت ہے، اگر بچے نے نہیں کیا، بھول گیا، بچہ ہی تو ہے۔ جب آپ سنت کو اپناتے ہوئے خود سے بڑھ کر سلام کریں گے تو بچہ بھی یہی طریقہ سیکھے گا، ان شاء اللہ!!
ہمارے حضور ﷺ سراپا شفقت و محبت تھے۔ ان کی ہر سنت ہماری اندھیری زندگی کے لیے مانند چراغ ہے۔ آج انہی چراغوں کو روشن کرنے کی اشد ضرورت ہے۔
حدیث نبوی ﷺ ہے ”جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔“(جامع ترمذی)
”ہم جس نبی کے امتی ہیں، وہ ہمیں کیا بتارہے ہیں کہ وہ ہم میں سے نہیں۔۔۔ جو بڑوں کا ادب نہ کرے اور ہمارا معاملہ الٹ ہے، ہم تو سب بڑوں کے بڑے بنے ہیں اور بچے تو کسی کھاتے میں نہیں، جب چاہا پیٹ دیا جب چاہا ڈانٹ دیا۔ پیار سے محبت سے بات کرنے کو ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں۔“
”بچے بھی آپ ﷺ سے بڑی محبت کرتے تھے، جہاں آپ ﷺ کو دیکھا لپک کر آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔آپ ﷺ ایک ایک کو گود میں اٹھاتے ،پیار کرتے اور کوئی کھانے کی چیز عنایت فرماتے کبھی کھجوریں، کبھی تازہ پھل اور کبھی کوئی اور چیز۔“
”نماز کے وقت مقتدی عورتوں میں سے کسی کا بچہ روتا تو آپ ﷺ نماز مختصر کردیتے، تاکہ بچے کی ماں بے چین نہ ہو۔“
”سجدے کے دوران اگر نواسہً رسول آپ ﷺ کی پشت مبارک پر بیٹھ جاتے تو آپ ﷺ ان کے لیے سجدہ طویل کردیتے۔“
ایسی ہزاروں مثالیں ہمارے نبی کی مثالی زندگی سے ہمیں مل جائیں گی ان پر عمل ہی اصل مقصودِ زندگی ہے، یہ علمی باتیں نہیں عملی باتیں ہیں ان میں نور ہے، ان میں جنت کی کنجیاں ہیں۔
ہمارے نبی ﷺ کی سیرت ہمیں نرمی اور محبت کا درس دیتی ہے اور ہم بس ڈنڈے اور غصے کے زور پر اپنے بچوں کو قابو کرنے پر تلے ہیں۔
”ایک دفعہ آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ کو چوم رہے تھے، ایک دیہاتی نے حیرت کا اظہار کیا تو فرمایا کہ ”اگر اللہ نے تیرے دل سے رحمت کو نکال دیا تو میں کیا کرسکتا۔“( صحیح بخاری)
”دیکھیے سنت کا طریقہ۔۔۔ آپ ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے ہیں، راستے میں جو بچے ملتے انھیں نہایت شفقت سے اپنے آگے یا پیچھے سواری پر بٹھالیتے ہیں۔“
”ماموں مجھے بھی لے چلیں اپنے ساتھ۔“ایک معصوم سی التجا اس کے کان کے قریب سنائی دی۔
خطبہ سنتے سنتے اس کی آنکھیں اشک بار ہوچکیں تھیں اور دل ندامت سے لبریز تھا۔
وہ جمعہ کی نماز کے لیے نکل رہا تھا کہ سفید کرتے شلوار میں منیب اس کے پاس چلا آیا، سر پر سفید ٹوپی جمی تھی۔
”ماموں میں بھی چلوں گا نماز پڑھنے۔“
”پاگل ہوئے ہو، مسجد میں بچوں کا کیا کام، جاؤ اندر جاکر بیٹھو۔“
”اب میں ابو کے ساتھ بھی جاتا ہوں جمعہ پڑھنے، میں پانچ سال کا ہوچکا ہوں اور مجھے۔۔۔“
وہ اور بھی کچھ کہہ رہا تھا، مگر اسے جلدی تھی، وہ دروازہ بند کرکے باہر نکل گیا۔
ننھا سا دل ٹوٹا تو آنسو خود بخود پھولے پھولے گالوں پر پھسل آئے۔
آج اس کے محاسبے کا دن تھا۔ وہ گزرے دنوں کو سوچتا اسے صرف اور صرف اپنی ہی غلطیاں اور کوتاہیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ جانے انجانے میں وہ کتنی ہی

# قرضِ حسنہ

سمیرا انور

"عائلہ ! کیا ہوا؟ اور تمہاری آنکھیں کیوں نم ہیں؟"بڑے بھائی جان نے سیڑھیوں پر بیٹھی بہن کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں بھائی جان! بس ایسے ہی۔"عائلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ انھیں آفس سے دیر ہو رہی تھی، اس لیے سر ہلاتے ہوئے تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔

یہ محبت کے، خوشی کے آنسو تھے۔اس احساس سے اس کا دل بھر آیا تھا کہ اللہ اپنے بندوں سے کس قدر محبت کرتا ہے۔ بندہ جتنے بھی سجدہ شکر ادا کر لے، وہ اللہ کریم کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ وہی ہے جو اپنے بندوں سے کیے وعدوں کو پورا کرتا ہے۔عائلہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے جیب خرچ سے کچھ پیسے بچا کر رکھ لیتی اور جب اس کے ابو مسجد جانے لگتے تو انھیں تھما دیتی کہ وہ اس کی طرف سے مسجد کے لیے دے دیں۔ابو اسے دعائیں دیتے اور خوش ہو کر چلے جاتے۔ گزشتہ روز جمعہ تھا۔اس کے پاس صرف سو روپے تھے۔اگر وہ سو روپے مسجد کے لیے دے دیتی تو اس کے پاس صبح کالج وین کے کرایے کے لیے کچھ نہیں بچنا تھا، لیکن اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ سو سے کم روپے مسجد کے لیے بھیجے۔

"کوئی بات نہیں، صبح امی جان سے جاتے ہوئے لے لوں گی۔"یہ سوچ کر عائلہ نے اپنے بیگ سے سو روپے نکالے اور وضو کرکے مسجد کے لیے نکلتے ابو جان کو تھما دیے۔

"امی جان! دعا کیجیے گا، آج میرا بہت اہم ٹیسٹ ہے۔"صبح عائلہ نے جلدی جلدی ناشتا کیا۔ امی جان سے دعائیں لیں اور کالج کے لیے نکل آئی۔بس اسٹاپ پر پہنچتے ہی اسے گاڑی مل گئی۔ اس نے تیزی سے سیٹ سنبھالی اور اپنی کتاب کھول کر بیٹھ گئی۔

"اوہ! اب کیا ہوگا؟ میرے پاس تو۔۔۔۔" یہ سوچ کر عائلہ کے چہرے پر ہوائیاں بکھر گئیں۔

"بھائی کرایہ نکالیں۔"وین والے نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔عائلہ نے بے چارگی سے اپنے بٹوے کی خالی جیب کی طرف دیکھا۔صبح وہ امی جان سے کرایہ لینا بھول گئی تھی اور اب اس کے پاس ایک روپیا بھی نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ کالج آنے سے پہلے اپنے پیسے ضرور دیکھتی تھی، لیکن آج جلدی میں وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔

"اب کیا کروں؟"عائلہ ہونق سی ادھر ادھر دیکھنے لگی۔"بیگ میں دیکھتی ہوں شاید کچھ نکل آئے۔"یہ سوچ کر عائلہ نے بیگ کی ساری جیبیں دیکھنا شروع کر دیں، مگر کچھ نہ ملا کہ اچانک سے بیگ کی چھوٹی سی جیب میں اس کا ہاتھ چلا گیا۔اس نے وہاں کبھی کچھ نہیں رکھا تھا۔کسی امید کے سہارے عائلہ نے وہاں بھی دیکھنا شروع کردیا۔

"ایک سو روپے"کے دو نوٹ اس کے ہاتھ میں تھے جو اسی جیب سے نکلے تھے۔ بے یقنی کی کیفیت میں وہ بیٹھی تھی کہ وین والے کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں لے آئی۔

"بیٹا! کرایہ دیں۔"عائلہ نے مٹھی میں دبا سو کا نوٹ اسے تھما دیا۔

"شکر ہے خدا کا۔مجھے تو ان پیسوں کے بارے میں بالکل بھی علم نہیں تھا۔"کچھ دیر بعد وہ کالج کے اسٹاپ پر اتر گئی۔سارا دن وہ یہی سوچتی رہی کہ اس نے یہ پیسے کب بیگ میں رکھے تھے۔

"عائلہ بیٹا! کیا بات ہے؟ کیا آپ کا ٹیسٹ اچھا نہیں ہوا؟"اس کی اسلامیات والی استانی نے اسے چہرہ نیچے کیے دیکھ کر پوچھا۔ عائلہ ان کی ہونہار طالبہ تھی۔آج وہ صبح سے ہی کہیں کھوئی ہوئی تھی۔ان کے ہمدردی بھرے لہجے پر عائلہ نے انھیں ساری بات بتا دی۔

"عائلہ بیٹا! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ اللہ کریم آپ کے عمل سے خوش ہوا ہے اور اس نے پیسے آپ کو بڑھا واپس کر دیے ہیں۔اس نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے کہ جو اسے"قرض حسنہ"دے گا، وہ اسے بڑھا کر واپس دے گا۔" استانی صاحبہ نے مسکراتے ہوئے اس کا سر تھپکا۔

ان کی بات سن کر عائلہ کو دلی سکون محسوس ہوا۔اللہ کریم جب اپنے بندے سے راضی ہوتا ہے تو وہ اسے طمانیت اور سکون کی دولت سے نوازتا ہے۔ عائلہ کے دل میں چھپی اپنے رب کی محبت اُمڈ اُمڈ کر باہر آنے لگی۔ وہ اللہ کا شکر ادا کرنے لگی کہ جس نے اسے اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل کیا تھا اور اسے اس قابل بنایا تھا کہ وہ اس کے راستے میں اپنا مال خرچ کر سکے۔اس نے خود سے عہد کر لیا تھا کہ وہ اب زیادہ سے زیادہ اللہ کریم کو"قرضِ حسنہ"دے گی۔

مرتبہ ننھے دلوں کو دکھاچکا تھا، وہ اپنے کیے پر شرمسار تھا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ غلطی کو سدھارنے میں اب اور دیر نہیں کرنی، جو نرمی سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہے، وہ ان بھلائیوں سے مزید محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔ وہ اللہ کی رحمت کا متلاشی اور طلب گار تھا، وہ مسجد سے باہر آیا تو اس کے دل کی دنیا یکسر بدل چکی تھی۔

مستقیم دروازہ کھول کر اندر آیا تو سامنے تخت پر وہ دونوں کتابوں پر جھکے رنگ بھرنے میں مصروف تھے۔ امی اور رجاء اسے کہیں نظر نہ آئیں۔ وہ چل کر ان کے پاس آیا اور تخت پر بیٹھ گیا۔

"السلام علیکم"دونوں کچھ حیران اور کچھ پریشان ہوکر اسے دیکھنے لگے۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر پہلے مطیب پھر منیب سے مصافحہ کیا۔

"کیا کررہے ہو تم دونوں؟"وہ نرمی اور لگاوٹ سے بولا۔

اب وہ دونوں حیران ہوکر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔

"تالالنگ۔۔۔"مطیب میاں حسبِ عادت تتلاکر بولے۔

"ارے واہ !تم لوگوں کو تو بہت اچھی کلرنگ آتی ہے۔"اس نے کتابیں ہاتھ میں لے کر دل چسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی، مما نے سکھائی ہے۔"منیب نے اپنی تعریف پر خوش ہوکر جواب دیا۔

"چلو آؤ تم لوگوں کو ذرا گھوما کر لاؤں۔"

"سچ میں؟"منیب کی حیرت سوا تھی۔

"ہاں سچ میں۔۔۔"وہ مسکرایا۔

وہ انھیں ڈھیر ساری ان کی من پسند چیزیں دلا کر لایا اور چھوٹی چھوٹی کھلونا گاڑیاں بھی۔ ماموں کا یہ روپ دونوں بھانجوں کے لیے بیک وقت حیرانی اور خوشی کا باعث تھا۔ اب وہ ان کے ساتھ بیٹھا انھی گاڑیوں سے کھیل رہا تھا۔

کچن کے دروازے پر کھڑی امی کے چہرے پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ تھی جب کہ رجاء کی آنکھیں فرطِ جذبات سے بھیگ چکی تھیں۔

مستقیم کے دل میں وہ سکون اترچکا تھا جو اس سے پہلے کبھی اس نے محسوس نہ کیا تھا۔ وہ خوش تھا، بہت خوش اور کیوں نہ ہوتا کہ اس نے سنت پر عمل کیا تھا۔



اسکول میں آج کھیلوں کا مقابلہ تھا۔ بچے بہت ہی خوش تھے۔ عکاشہ اور اس کے دوستوں نے ہائی جمپ میں حصہ لیا تھا۔ کچھ بچے ریسلنگ کررہے تھے۔ کچھ تھیلا پہن کر بھاگ رہے تھے۔ بہت گہما گہمی تھی، جیتنے والوں کو ایوارڈ دیے جارہے تھے۔

ہائی جمپ کا مقابلہ شروع ہوا۔ عکاشہ کو اوّل ٹرافی ملی۔ صبیح کو دوم ٹرافی اور رحمت اللہ کو سوم ٹرافی ملی۔

عکاشہ اپنی ٹرافی لینے اسٹیج کی طرف بڑھا تو پیچھے سے کچھ بچوں نے آواز لگائی "تیندوا، تیندوا" عکاشہ آگے بڑھتے بڑھتے رُک گیا۔ اُسے تیندوا کیوں پکارا گیا،وہ سوچنے لگا۔

ابھی وہ ٹرافی لے کر پلٹ ہی رہا تھا کہ پھر ایک آواز ابھری۔ "تیندوا۔"

"عکاشہ بیٹا! کیا آپ جانتے ہیں آپ کو آج تیندوا کیوں پکارا گیا ہے؟" پرنسپل صاحب نے پوچھا۔

"جناب میں یہ جانتا ہوں کہ تیندوا جنگلی بلی، شیر، چیتا، ٹائیگر جاگوار گھریلو بلیوں وغیرہ ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، جس کے باعث وہ درختوں میں چھپا بیٹھا ہو تو دکھائی نہیں دیتا۔ اس کی دُم لمبی ہوتی ہے۔" عکاشہ یہ کہہ کر خاموش ہوگیا۔

"مگر جناب! آج کی ہائی جمپ کا تیندوے سے کیا تعلق۔"تیسرا ایوارڈ لینے والے رحمت اللہ نے پوچھا۔

"تیندوا نہایت تیز رفتار جانور ہے۔ یہ تقریباً 58 کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے اور تقریباً 6 ساڑھے 6 میٹر لمبی چھلانگ لگا لیتا ہے۔ اسی لیے آج کے چھلانگ کے مقابلے میں تیندوے کا ذکر کیا گیا۔" پرنسپل صاحب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اُف اتنی اونچی چھلانگ۔" بچے سوچنے لگے۔

"سر! تیندوا کہاں پایا جاتا ہے۔ کیا ہمارے وطن پاکستان میں یہ ملتا ہے۔"عبدالرافع نے سوال کیا۔

"جی بیٹا، یہ ہمارے ملک میں بھی ملتا ہے، یہ بہت سارے ممالک میں پایا جاتا ہے۔ بھارت، ایران، سری لنکا، ترکی، روس، انڈونیشیا وغیرہ میں یہ آپ کو دکھائی دے گا، البتہ کئی دوسرے براعظموں میں یہ نہیں پایا جاتا ہے۔"

"سر! میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا۔ تیندوا نہ صرف تیز بھاگتا ہے، اونچی چھلانگیں لگاتا ہے بلکہ اس کی سماعت اور قوّتِ بصارت بھی بہت اچھی ہوتی ہے۔ یہ انسانوں سے 5 گنا بہتر سن سکتا ہے۔"حذیفہ زبیری بولا۔

"ہاں بیٹا! آپ کی بات بالکل درست ہے۔ اس میں بہت زیادہ صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ یہ درختوں پر با آسانی چند لمحوں میں چڑھ سکتا ہے۔ ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگا لیتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ماہر تیراک بھی ہے۔ بہترین طریقے سے تیرتا ہے اور پانی میں سے مچھلیاں کھالیتا ہے۔"

"مچھلیاں، ارے واہ، مچھلیاں کھاتا ہے اور کیا کچھ اس کی خوراک میں شامل ہے۔" حمزہ نے تیزی سے پوچھا۔

"اس کی خوراک میں بہت کچھ شامل ہوتا ہے۔ پرندے بھی کھا لیتا ہے۔ کیڑے، چوہے وغیرہ بھی کھاتا ہے۔ ہرن کا بھی شکار کرتا ہے۔ آہستہ اور نرم قدموں سے چلتا ہے اور اپنے شکار کی گردن پر حملہ کرتا ہے، یوں اس کی سانس رُک جاتی ہے اور اپنے شکار کو درخت پر لے جاتا ہے اور وہاں پر بیٹھ کر اُسے کھاتا ہے۔"پرنسپل صاحب نے جواب دیا۔

تیندوے کی کہانی بچے بہت شوق سے سن رہے تھے۔ پرنسپل صاحب بچوں کے سوالات بہت دل چسپی سے سنتے تھے اور تسلی بخش جوابات ضرور دیتے تھے۔

"سر کیا تیندوے کی کوئی قسم برفانی تیندوا بھی ہوتی ہے؟" سہیل نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔

"ہاں بیٹا برفانی تیندوا پہاڑوں پر پایا جاتا ہے۔ عموماً وہاں درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بہت نیچے گر جاتا ہے۔ برفانی تیندوا، عام تیندوے سے ہی ملتا جلتا ہے، بہت کم فرق ہوتا ہے۔" انھوں نے جواب دیا۔

"یہ عام طور پر کتنا جی لیتے ہیں؟ یعنی ان کی اوسط عمر تقریباً کتنی ہوتی ہے؟"یہ صبیح کا سوال تھا۔

"انسان تیندوے کا شکار کرتا ہے۔ اس کی کھال بہت قیمتی ہوتی ہے اور بہت مہنگی بکتی ہے۔ یوں تیندوے ختم ہوتے جارہے ہیں۔ ویسے ان کی اوسط عمر تقریباً 15-16 سال ہے۔"انھوں نے جواب دیا۔

"سر سنا ہے کچھ جانور دن کو سوتے ہیں، رات کو جاگتے ہیں۔ جیسے چمگادڑ، دن کو سوتی ہے اور رات کو جاگتی ہے، تیندوا کس قسم کا جانور ہے؟" عمر خطاب بولا۔

"تیندوا بھی ایسا ہی جانور ہے۔ یہ بھی دن کو سوتا ہے اور راتوں کو جاگتا ہے۔ شکار کرتا ہے۔ دن کو یہ عام طور پر درختوں پر سویا ہوا دکھائی دیتا ہے۔"

"ہائی جمپ سے بچوں نے بہت کچھ سیکھ لیا۔" ایک استاد صاحب نے ہنس کر کہا۔

"ہاں، اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور قدرتیں اِدھر اُدھر بکھری پڑی ہیں۔ بس ! ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔" پرنسپل صاحب نے کہا۔

کھیلوں کا مقابلہ ختم ہوچکا تھا۔ عکاشہ سوچ رہا تھا کہ تیندوے کے بارے میں یہ معلومات اپنے بھائیوں کو بھی ضرور بتائے گا۔

# تیندوا

فوزیہ خلیل

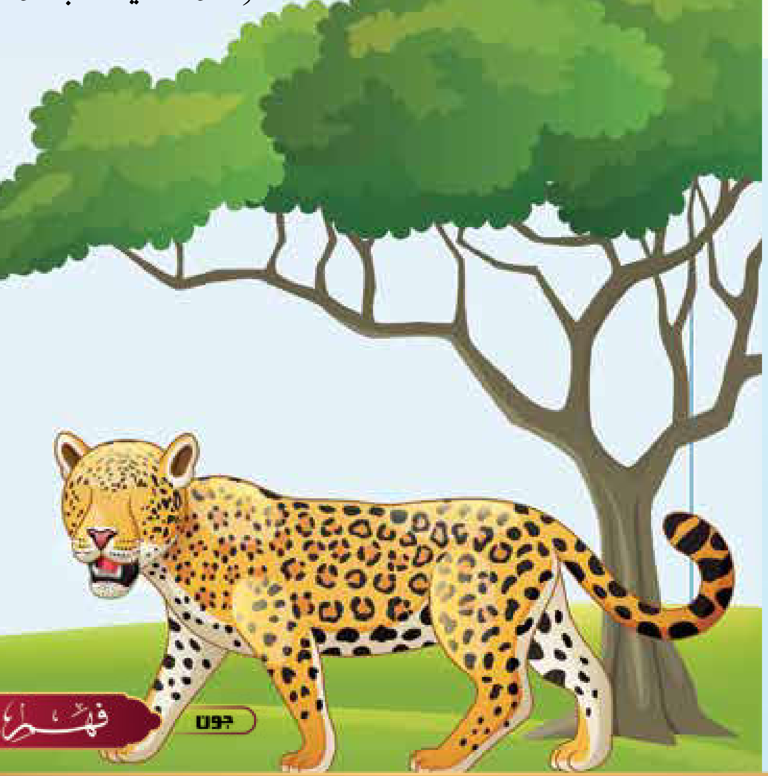

یتیموں کا سائبان
بیت السلام

بیت السلام کر رہا ہے یتیم بچوں کی کفالت آپکے تعاون سے آئیں اس نیک کام میں ہمارا ساتھ دیں

ضروریات:
- کرنٹ پاسپورٹ سائز بچوں کی تصویر
- بے فارم
- سی این آئی سی ماں اور باپ کی کاپی
- والد کا ڈیتھ سرٹفیکیٹ
- اسکول مارک شیٹ /اسکول کارڈ

شرائط:
- عمر 12 سال سے کم ہو
- بچہ اسکول کا طالبِ علم ہو

Address:
Baitussalam Imdadi Markaz,Mezzanine Floor,Chapal Beach Arcade III, Clifton Block 4, adjacent to Imtiaz super store and oppositeHyperstar Carrefour super store Karachi.
(For Karachi Residents Only)

+92 333 4632340    +92 021 35290156


# مومن شجر

حمیرا علیم

"ابا! کل میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ نبی ﷺ نے مومن کوایک درخت سے تشبیہ دی ہے، مگر وہ کون سا درخت ہے اور ایسا کیوں کیا یہ نہیں لکھا تھا۔ کیا واقعی ایسا ہے؟" گیارہ سالہ نافلہ نے اپنے والد شماش سے پوچھا۔اسے کتب بینی کا شوق تھا، وہ گھر میں آنے والے اخبارات، رسائل اور کتب بہت غور پڑھتی اور جو سمجھ نہ آئے والدین سے پوچھا کرتی تھی۔

"جی بیٹا! یہ حدیث ہے۔"ابا نے جوابا بتایا:"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔" آپ ﷺ نے فرمایا:"مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے جومسلمان کے مشابہ ہے، جس کے پتے نہیں جھڑتے۔ نہ گرمیوں میں نہ جاڑوں میں اور جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا ہے؟"

ابن عمر کہتے ہیں:"میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں وہ کھجور کا درخت ہے،لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپ رہا۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:"وہ کھجور کا درخت ہے۔"جب آپ وہاں سے چلے گئے تو میں نے اپنے والد سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا:"پیارے بیٹے! اگر تم یہ جواب دیتے تو یہ مجھے تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔"

"لیکن ابا !مسلمان کیسے کھجور کے درخت جیسا ہوسکتا ہے اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جاننے کے باوجود جواب کیوں نہ دیا ؟"نافلہ کے ننھے دماغ میں سوالات کی بھرمار تھی۔

"اچھا، بتاؤ اگر یہاں لاونج میں دادا دادی، نانا نانی ماموں چچا سب موجود ہوں اور بات کر رہے ہوں اور کوئی بچہ بیچ میں بول پڑے تو کیسا لگے گا؟" ابا نے مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی ۔

"بے ادب لگے گا !"نافلہ نے جواب دیا۔

"جی اسی وجہ سے عبداللہ بن عمر خاموش رہے کہ جب ان سے بڑے موجود ہیں اور وہ نبی ﷺ کے احترام میں خاموش تھے تو ابنِ عمر کیسے بولتے۔"

اب آجاؤ سوال کے دوسرے حصے کی طرف کہ مسلمان اور کھجور کا درخت ایک جیسے کیسے ہوئے تو پہلے ہم درخت کی خصوصیات دیکھتے ہیں، پھر انھیں مسلمان میں ڈھونڈیں گے۔ اس کا تنا اور جڑیں مضبوط ہوتی ہیں، اس کے پتے سردی گرمی کبھی بھی جھڑتے نہیں ہیں۔ یہ ہمیشہ سرسبز رہتا ہے اور یہ ہر موسم میں پھل دیتا ہے۔بالکل ایسے ہی ایک مسلمان غم ہو یا خوشی، مشکل ہو یا تنگی ہر حال میں اللہ سے اپنا رابطہ مضبوط رکھتا ہے اور اس کے ذکر سے اپنے دل و دماغ کو تروتازہ رکھتا ہے۔ کھجور کی ہر چیز جانداروں کے لیے فائدہ مند ہے ، حتیٰ کہ گھٹلی بھی۔ اس کا تنا شاخیں اور پتے اندر سے فائبرس اور نم ہوتے ہیں، اس لیے یہ گرتے نہیں اور اس کی عمر کم از کم ستر سے اسی سال ہوتی ہے۔ مسلمان بھی اپنے ساتھیوں کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔ وہ سب پر رحم کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے۔ جب وہ خود بھلائی سیکھتا ہے تو دوسروں تک بھی پہنچاتا ہے، جس کی وجہ سے دوسرے بھی برائی چھوڑ کر اچھائی کے کام کرنے لگتے ہیں۔ یوں اگر مومن کی اپنی عمر کم بھی ہو تو اس کے نیک اعمال جو اس نے دوسروں کو سکھائے ہوتے ہیں، ان کے ذریعے وہ لمبے عرصے تک دنیا میں یاد رکھا جاتا ہے۔

کھجور کا درخت لمبائی میں 75 فٹ تک جاسکتا ہے۔ایک مسلمان کا ظاہری قد تو شاید چھ ساڑھے چھ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتا، مگر اس کے اعمال کا اجر اسے سینکڑوں گنا ملتا ہے۔ دنیا میں بھی شہرت ملتی ہے اور جنت میں اعلیٰ درجات کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ کھجور کے ایک ہی جڑ سے کئی تنے نکل سکتے ہیں۔ انسان بھی جب نیک ہوتا ہے تو اس کے دوست، اولاد اور خاندان والے بھی نیک بنتے ہیں، ایک جڑ سے کئی تنے پھلتے پھولتے ہیں۔ اس کا پھل صدیوں سے بطورِ مکمل خوراک استعمال ہو رہا ہے، جیسے کہ ہم پڑھتے ہیں نبی ﷺ کے دور میں بھی انھوں نے کھجور کو کھانے کے طور پر کھایا اور فرمایا:"جس گھر میں کھجور ہو، وہاں فاقہ نہیں ہوتا۔"( صحیح مسلم)

نبی ﷺ رات کو مٹی کے پیالے میں طاق تعداد یعنی 5-3 یا 7 کھجوریں پانی میں ڈال کر رکھ دیتے تھے اور صبح اس کو بطور ناشتا پیتے اور کھاتے تھے۔

ایک مسلمان بھی کھجور کی طرح دوسروں کے لیے نرم خو، میٹھا اور بااخلاق ہوتا ہے۔ دن ہو یا رات ان کو بھلائی پہنچانے میں سرگرم رہتا ہے، اس کا بیج ہوا کے ذریعے پولینیٹ ہوتا ہے، جب مسلمان نیک اعمال کرتا ہے اور دوسرے اس کے اچھے اعمال و اخلاق سے متاثر ہو کر انھیں اختیار کرتے ہیں تو ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے تک پہنچتے رہتے ہیں۔ کھجور میں نر اور مادہ درخت ہوتے ہیں۔ مسلمان بھی عورت ہو یا مرد اچھے اعمال کرے تو اجر پاتا ہے۔ اس کا نہ صرف پھل کھایا جاتا ہے بلکہ تنا عمارات میں شہتیر اور ستون کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔پتوں سے گدے، ٹوکریاں، صفیں اور بہت سی چیزیں بنتی ہیں۔ گھٹلی پیس کر حلوہ بنایا جاتا ہے۔ایسے ہی مسلمان کے ہاتھ، زبان اور دوسرے محفوظ رہیں۔

جیسے نبی ﷺ نے فرمایا:"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان کے شر سے دوسرے محفوظ رہیں۔"( صحیح بخاری و مسلم)

مسلمان کی ہر بات ہر عادت دوسروں کو نفع ہی پہنچاتی ہے نقصان نہیں۔ وہ جہاں جاتا ہے جس محفل میں شریک ہوتا ہے، وہاں امن پھیلاتا ہے۔ نبی ﷺ نے کھجور سے روزہ کھولا ہے، کیوں کہ اس میں بہت سے نیوٹرینٹس ہیں اور ڈائٹری پوٹاشیم کا بہترین ذریعہ ہے۔پکی کھجور میں 80% شوگر ہوتی ہے اور باقی پروٹین، فائبر، بورون، کوبالٹ، کوپر، فلورین، میگنیشیم، مینگینیز، سیلینیم اور زنک ہوتا ہے۔

اس کی گھٹلی کو بگھو کر جانوروں کی خوراک بنائی جاتی ہے۔ تیل کو کاسمیٹکس اور اسکن کیئر پروڈکٹس میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔تیل میں 36 % لارک ایسڈ اور آئلیک ایسڈ 5-4 % ہے۔چھوٹے کھجور کے درختوں کے پتے بھی کھائے جاتے ہیں اور ان کے پھول سلاد میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ کھجور میں پولی فینلز ہوتے ہیں، جن میں اینٹی آکسیڈینٹ ہوتے ہیں جو شوگر کے مرض کے لیے بہت مفید ہیں۔

تو یہ ہیں وہ خصوصیات جو کھجور کے درخت اور مسلمان میں مشترک ہیں۔ آیا کچھ سمجھ میں؟

"واہ ابا! ماشاءاللہ یہ تو واقعی مومن شجر ہے۔ میں بھی کوشش کروں گی کہ کھجور کے درخت کی طرح دوسروں کے لیے فائدہ مند بنوں۔"نافلہ نے کہا شماس اور ثوبیہ نے زور سے آمین کہا۔

# بچوں کے فن پارے

مشعل، حدیقۃ القرآن،
میر پور خاص

محمد ادریس سلیم، 8سال
نیو اقراء روضۃ الاطفال کراچی

شیخ سعد، ہفتم،
نیشنل ایجوکیشنل سسٹم کراچی

عویمر علی

عائشہ گوہر نہم،
فیڈرل گورنمنٹ اسکول اسلام آباد

مریم سمیع، پنجم، ایجوکیٹر ملتان

عبد اللہ سلیم میمن،
طیب علی، علوی بوائز سیکنڈری اسکول کراچی

ہر ماہ ایک فن پارے پر 300روپے انعام دیا جاتا ہے مئی میں سمیکہ نوید کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے (ادارہ)



# نیکیاں سمیٹنے کا موقع

جون کے مہینے میں غضب کی گرمی پڑتی ہے، اس لیے آپ کو اسکول سے چھٹیاں دی جاتی ہیں تاکہ گرمی کی شدت سے آپ محفوظ رہ سکیں۔ ہمارے لیے اس مہینے میں نیکیاں کمانے اور دعائیں سمیٹنے کا زبردست موقع بھی بن سکتا ہے اور نہ صرف انسانوں کی بلکہ پرندوں کی دعائیں بھی مل سکتی ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ پرندے بھی دعا دیتے ہیں اور ان کی دعا قبول بھی ہوتی ہے۔۔۔

دعا کا یہ موقع کیسے ملے گا آیئے جانتے ہیں!

- اپنے گھر کی چھت، روشندان یا کھڑکیوں میں صاف پانی کٹوروں میں رکھ دیں۔۔۔جب کوئی پیاسا پرندہ تھک ہار کے اڑتا ہوا آئے۔۔۔تو پانی پی کے آپ کو دعا دے۔۔۔
- اسی طرح پانی کی چھوٹی بوتلیں ڈسٹ بن میں پھینک کے ضائع نہ کریں اس میں پانی بھر کر فرج میں رکھیں۔۔۔اور باہر نکلتے ہوئے ساتھ لے جائیں۔۔۔کوئی چوکیدار۔۔۔کوئی ریڑھی والا یا راہ چلنے والا کوئی دوسرا ایسا شخص دیکھیں جو پیاسا تو اسے فوراً پانی کی بوتل تھما دیں۔۔۔

اس گرمی میں جب وہ پانی پی کے دعا دیں گے وہ آپ کو جنت تک لے جائے گی۔۔۔

!!! تو پھر کیا خیال ہے پیارے بچوں۔۔۔کریں گے نا یہ نیکی

اللہ ہم سب کو نیکیاں سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔

# ماہنامہ فہم دین
## جون کے نئے سوالات

سوال نمبر۔1
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی غفلت کو دور کرنے کا نسخہ کس چیز کو فرمایا۔۔۔؟

سوال نمبر۔2
حضرت ابو بکر صدیقؓ جب اپنے غلام کو ڈانٹ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟

سوال نمبر۔3
فہد نے اسد کی کس بات سے اثر لیا۔۔۔؟

سوال نمبر۔4
پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا اعتکاف کب اور کہاں فرمایا۔۔۔؟

سوال نمبر۔5
پینسل عفان اور نعمان میں سے کس کی تھی۔۔۔؟

# مارچ کے سوالات کے جوابات

جواب نمبر 1:عبداللہ بن مسلم کے والد کا قول ہے

جواب نمبر 2:حضرت میمونہ نے گلے کے مرض کا علاج قرآن پاک کی تلاوت بتایا

جواب نمبر 3:ابوریحان البیرونی کو بابائے ہندوستانیات کہا جاتا ہے

جواب نمبر 4:یو ایس بی میں معاذ کی تمام حرکات وسکنات کی وڈیو تھی

جواب نمبر 5:بیٹا! اپنے والدین سے کبھی کوئی بات نہیں چھپانی چاہیے۔۔۔

# سنیے!!!!

انعامی سوالات کے جوابات بھیجیں یا فن پارہ اپنا نام
عمر کلاس اسکول/مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے موبائل نمبر ضرور لکھیں۔
جوابات اور فن پارہ وٹس ایپ کرنے کے لیے نمبر نوٹ کرلیں
03162339088

مارچ 2022ء میں
عمارہ فہیم کی بلاعنوان شائع ہونے والی تحریر کے لیے کراچی سے
احمد فہیم
کا عنوان انعامی قرار پایا ہے۔ انہوں نے عنوان دیا ہے۔
کتاب سے محبت
انہیں تین سو روپے مبارک ہوں۔

## مارچ 2022ء کے سوالات کے درست جوابات دینے پر

کراچی سے
حضرت علی
کو شاباش۔
انہیں تین سو روپے مبارک ہوں

# تہذیبِ نو

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

جو اب حالِ دنیا ہے ناگفتنی ہے
جو اب رنگِ عالم ہے نادینی ہے
اِدھر دین و ملّت پہ خندہ زنی ہے
اُدھر ظلمتِ حرص تکبر و منی ہے
یہ تہذیبِ نو ہے نئی روشنی ہے

بظاہر بنی ہے بباطن ٹھنی ہے
بہ لب دوستی ہے بدل دشمنی ہے
زباں پر ثنا قلب میں بدظنی ہے
پسِ پشت غیبت ہے طعنہ زنی ہے
یہ تہذیبِ نو ہے نئی روشنی ہے

صفائی پوشاک و تن دیدنی ہے
مگر روح آلائشوں میں سنی ہے
خمیدہ ہے سر دل میں کبر و منی ہے
شریفانہ صورت ہے سیرت دنی ہے
یہ تہذیبِ نو ہے نئی روشنی ہے

بس اب گولہ باری ہے بم افگنی ہے
دنادن ہے ہر سو ٹھنا ٹھن ٹھنی ہے
جہاں جایئے ہول ہے سنسنی ہے
بس اک عرصۂ حشر دنیا بنی ہے
یہ تہذیبِ نو ہے نئی روشنی ہے

ہوئی گھر سے اور ستر پوشی سے تنگی
تو پھرنے لگیں عورتیں گویا ننگی
مساوات نے ایسی میٹی دو رنگی
ہیں یک رنگ ہند و مسلماں، فرنگی
یہ تہذیبِ نو ہے نئی روشنی ہے

نہ حق سے غرض کچھ نہ مذہب سے مطلب
اگر ہے تو بس اپنے مطلب سے مطلب
جو تھا اپنا مطلب تو تھا سب سے مطلب
پھری آنکھ پورا ہوا جب سے مطلب
یہ تہذیبِ نو ہے نئی روشنی ہے

اگر نفع ہوتا ہے اپنا ذرا بھی
تو بس پھر روا کذب بھی ہے دَغا بھی
کوئی حرص دنیا کی ہے انتہا بھی
چلے بس کریں ہضم ارض و سما بھی
یہ تہذیبِ نو ہے نئی روشنی ہے



# کام سے کام اپنے اُن کو

الطاف حسین حالیؔ

کاٹیے دن زندگی کے اُن یگانوں کی طرح
جو سدا رہتے ہیں چوکس پاسبانوں کی طرح

منزل دنیا میں ہیں پا در رکاب آٹھوں پہر
رہتے ہیں مہماں سرا میں مہمانوں کی طرح

سعی سے اُکتاتے اور محنت سے کَنیاتے نہیں
جھیلتے ہیں سختیوں کو سخت جانوں کی طرح

رسم و عادت پر ہیں کرتے عقل کو فرماں روا
نفس پر رکھتے ہیں کوڑا حکم رانوں کی طرح

شادمانی میں گزرتے اپنے آپے سے نہیں
غم میں رہتے ہیں شگفتہ شادمانوں کی طرح

رکھتے ہیں تمکیں جوانی میں بڑھاپے سے سوا
رہتے ہیں چونچال پیری میں جوانوں کی طرح

پاتے ہیں اپنوں میں غیروں سے سوا بے گانگی
پر بھلا تکتے ہیں ایک اِک کا یگانوں کی طرح

اُن کے غصے میں ہے دل سوزی، ملامت میں ہے پیار
مہربانی کرتے ہیں نا مہربانوں کی طرح

کام سے کام اپنے اُن کو، گو ہو عالم نکتہ چیں
رہتے ہیں بتیس دانتوں میں زبانوں کی طرح

کیجیے کیا حالؔی نہ کیجیے سادگی گر اختیار
بولنا آئے نہ جب رنگیں بیانوں کی طرح

# گلدستہ

ترتیب و پیش کش حافظ محمد اطہر

## حمد

اے میرے مالک، مرے خالق، مرے پروردگار
گیسوئے ہستی ہے تیری حرفِ کُن سے تاب دار
بحر و بر تیرے احاطے میں حبابِ بے نشاں
تیری قدرت تیری وسعت، بے حساب و بے کنار
تو ہی مصدر لفظ کا، تو ہی مدانی کا ضمیر
صوت کے ہر زیر و بم پر بھی تجھی کو اختیار
ہے ثُریّا کی بلندی تیری عظمت کا نشان
ہے ثریّا کی آخری حد بھی تری ہی شاہکار
اپنے غافل سے بھی تُو غافل کبھی رہتا نہیں
اپنے طالب پر بھی رہتا ہے مسلسل آشکار
عاطفؔ ایسے عاصیوں کی آس ہے تیرا کرم
میرے عصیاں اَن گنت ہیں، تیری رحمت بے شمار

(انتخاب محمد حسن ظفر شاعر: اخلاق عاطف)

## نعت

غنچۂ دل کے لیے وجہِ نمو
تیرے کوچے کی ہوائے مشکبو
تیری خاکِ پا مری آنکھوں کا نور
تیری آنکھوں کی حیا میرا وضو
تو مسیحائے دل آزردگان
میں شکستہ دل، شکستہ آرزو
تو شعورِ فکرِ مومن کا اساس
تو ہر اک مسلم کے دل کی آبرو
تیرے دم سے زندہ و رقصاں ہوئی
گلشنِ جاں میں بہارِ رنگ و بو
واقفِ اسرارِ حق تیرا وجود
ہر صفت موصوف تجھ سا خوبرو
اس قدر شفاف ہوجائے جمال
دل سے نکلے اک صدائے تو ہی تو

انتخاب: محمد حسین ظفر شاعر
حکیم محمد نبی خاں جمال سویدا



## شفا تین چیزوں میں پوشیدہ ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ: اَلشِّفَاءُ فِيْ ثَلَاثَةٍ فِيْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ اَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ وَأَنَا اَنْهٰى أُمَّتِيْ عَنِ الْكَيِّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شفا تین چیزوں میں پوشیدہ ہے۔ ۱) حجامہ کے ذریعہ ضرب لگوانے میں (۲) شہد کے استعمال میں (۳) آگ سے داغنے میں، تاہم میں اپنی اُمت کو آگ سے داغنے سے روکتا ہوں۔

انتخاب: فاطمہ ظفر (البخاری، الطب، رقم:۵۶۸۱)

## حجامہ کے عام فوائد

۱) خون صاف کرتا ہے اور حرام مغز کو فعال بناتا ہے۔
۲) شریانوں پر اچھا اثر ہوتا ہے۔
۳) پٹھوں کے اکڑاؤ کو ختم کرنے کے لیے مفید ہے۔
۴) دمہ اور پھیپھڑوں کے امراض اور انجائنا کے لیے مفید ہے۔
۵) سردرد، سر اور چہرے کے پھوڑوں، دردِ شقیقہ اور دانتوں کے درد کو آرام دیتا ہے۔
۶) آنکھوں کی بیماری اور میں مفید ہے۔
۷) گٹھیا، وعرق النسا اور نقرس کے دردوں میں مفید ہے۔
۸) فشارِ خون میں آرام پہنچاتا ہے۔
۹) کندھوں، سینہ اور پیٹھ کتے درد میں مفید ہے۔
۱۰) کاہلی، سستی اور زیادہ نیند آنے کی بیماریوں میں مفید ہے۔

انتخاب: ساجدہ سمیع (الحجامہ ڈاکٹر امجد احسن علی، ص: 16)

## اخلاص وللہیت

مولانا محمد علی جالندھریؒ مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کے امیر ہونے کے باوجود ہمیشہ تھرڈ کلاس میں سفر کیا کرتے تھے۔ دفتر مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت سے ریلوے اسٹیشن ملتان تک اور اسٹیشن سے دفتر تک انھوں نے صرف اپنی ذات کی خاطر کبھی ٹیکسی یا تانگہ کرایہ پر نہیں لیا۔ ہمیشہ عام غریب مسلمانوں کے ساتھ تانگہ جو ان دنوں سستی ترین سواری تھی، میں سوار ہوا کرتے تھے۔ سردیوں میں بعض اوقات بھاری بستر ہم راہ لے کر جاتے اور کتابوں، ضروری سامان اور ادویات کے لیے ایک معمولی سا بیگ بھی ہوتا، مگر ریل گاڑی میں سوار ہونے یا اتر کے تانگہ وغیرہ تک آنے کے لیے وہ پیرانہ سالی کے باوجود کبھی قلی نہیں لیا کرتے تھے اور سارا سامان سر اور کندھے پر اٹھائے ہوتے اور دعا کرتے رہتے۔ ”اے اللہ! تو جانتا ہے میں بوڑھا ہوں، میرے قویٰ مضمحل ہوگئے ہیں، اگر میں قلی کی خدمات کا کرایہ لوں تو میری جماعت مجھے ضروراجازت دے گی، مگر میں یہ تکلیف اس لیے برداشت کرتا ہوں کہ میری جماعت ایک غریب جماعت ہے اور میں چاہتا ہوں کہ خرچ کم ہو۔ اے اللہ! یہ پیسے جو میں قلی کو اپنا سامان اٹھوانے کے لیے دیتا وہ میری طرف سے مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کے لیے بطور چندہ قبول فرمالے۔

انتخاب: راشدہ سجاد، سوانح حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، ص: 179)

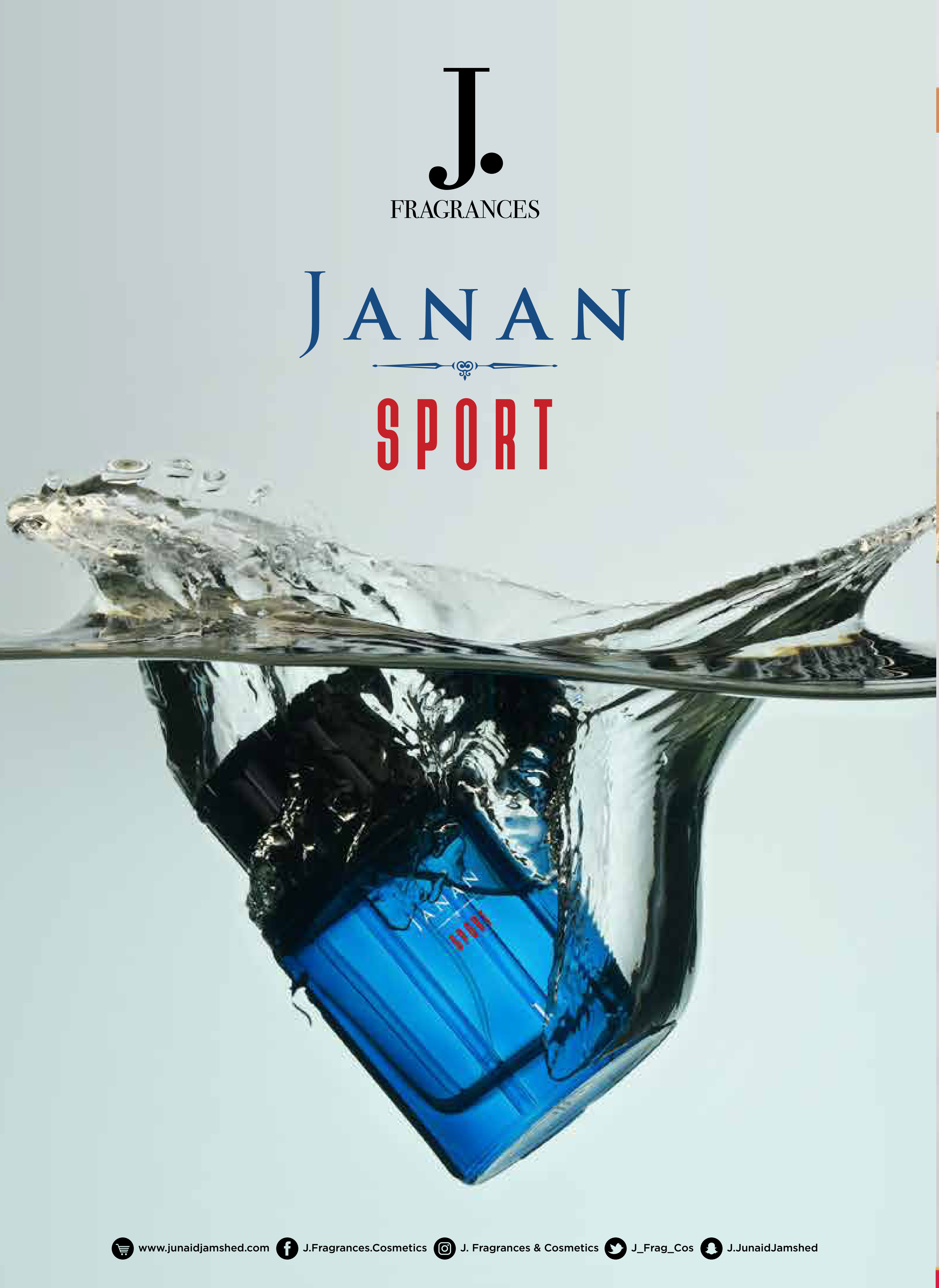





### رمضان 1443ھ 2022ء میں

# بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

## رفاہی خدمات ایک نظر میں

رپورٹ: احسن خان

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ یوں تو پورے سال ملک بھر میں شہروں کی مضافاتی اور دور دراز کی پس ماندہ بستیوں میں رہنے والے مستحق ضرورت مند افراد کی خدمت کے لیے کمر بستہ رہتا ہے۔ راشن، پینے کا پانی، موسم کے مطابق لباس کی فراہمی، خصوصا سردیوں میں کمبل اور گرم لباس کا انتظام کرنا شامل ہے۔ لیکن بقر عید کے موقع پر اہل خیر کی قربانی کا گوشت لاکھوں افراد تک پہنچانے کا خصوصی اہتمام و انتظام کرتا ہے اور رمضان المبارک میں سحری افطاری، راشن اور مستحق افراد میں کپڑوں کی تقسیم کے ساتھ ساتھ، مستحق بیواؤں، جان لیوا امراض کا شکار مستحق افراد، معذوروں اور انتہائی مجبور گھرانوں کو مالی امداد بھی فراہم کرتا ہے۔ ذیل میں رمضان المبارک 1443ھ مطابق 2022ء میں انجام پانے والی رفاہی خدمات ایک نظر میں پیش جا رہی ہیں۔

**راشن**
1لاکھ10ہزار7سو48
افراد

**سحری افطاری**
1لاکھ12ہزار8سو23
افراد

**گوشت**
1350
کلو

**کپڑے**
3650
جوڑے

**جوتے**
1000
جوڑے

**مالی امداد**
1089
خاندان

بیت السلام
BAITUSSALAM

# زکوۃ ایک فریضہ

## صرف قابلِ اعتماد ہاتھوں سے

تعلیم

صحت

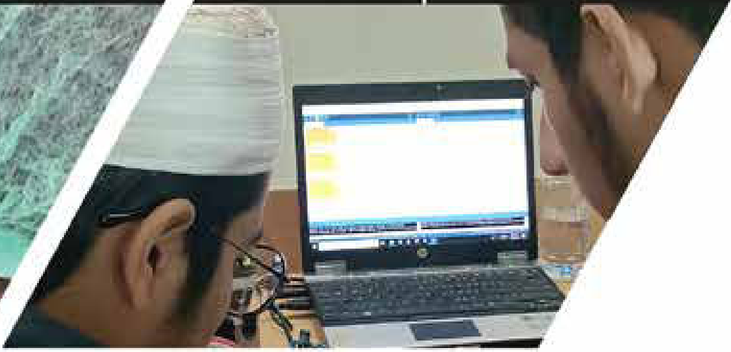

خدمت

ہو فرض بھی ادا